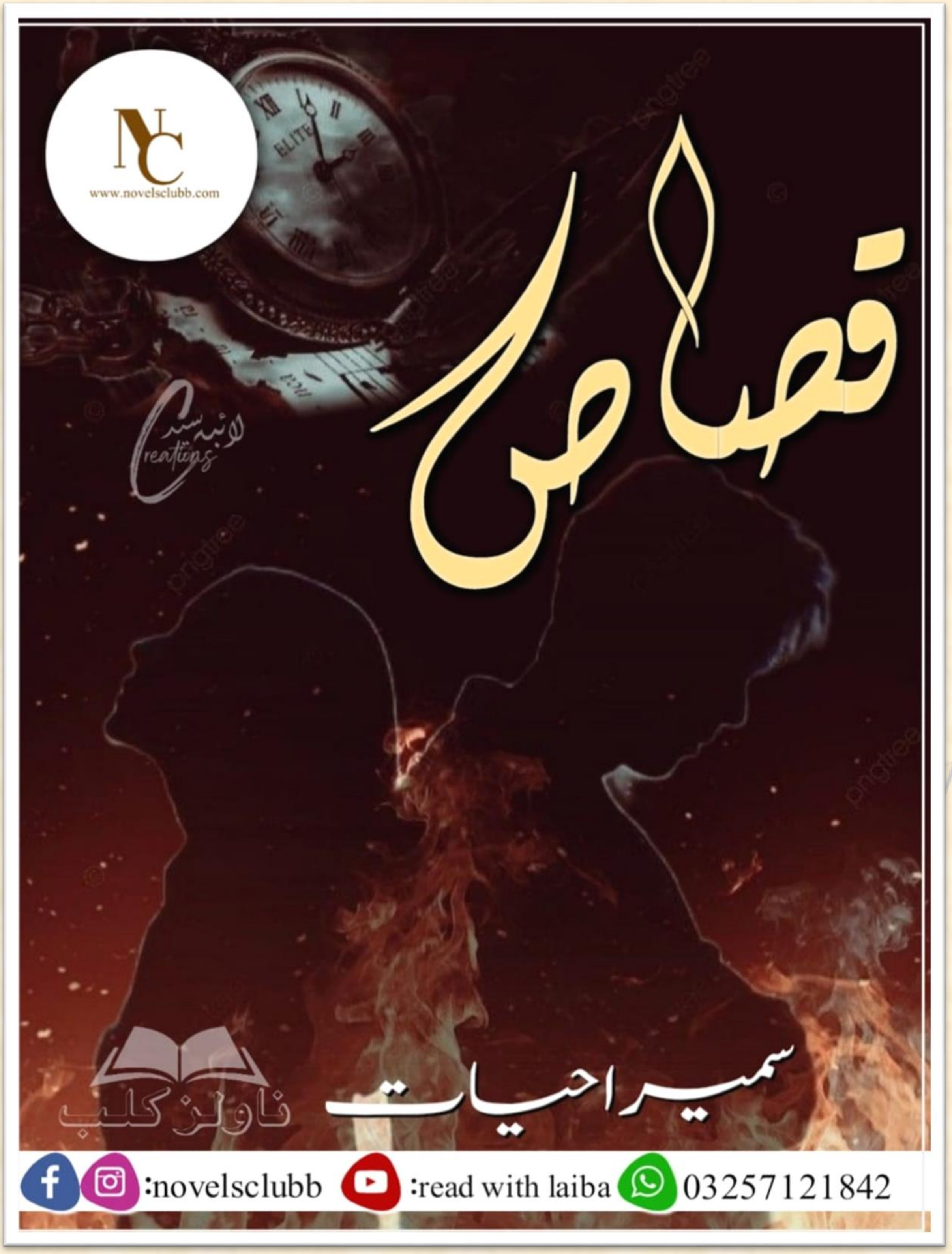
www.novelsclubb.com
قصاص
سمیرا حیات
ناولز کلب
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

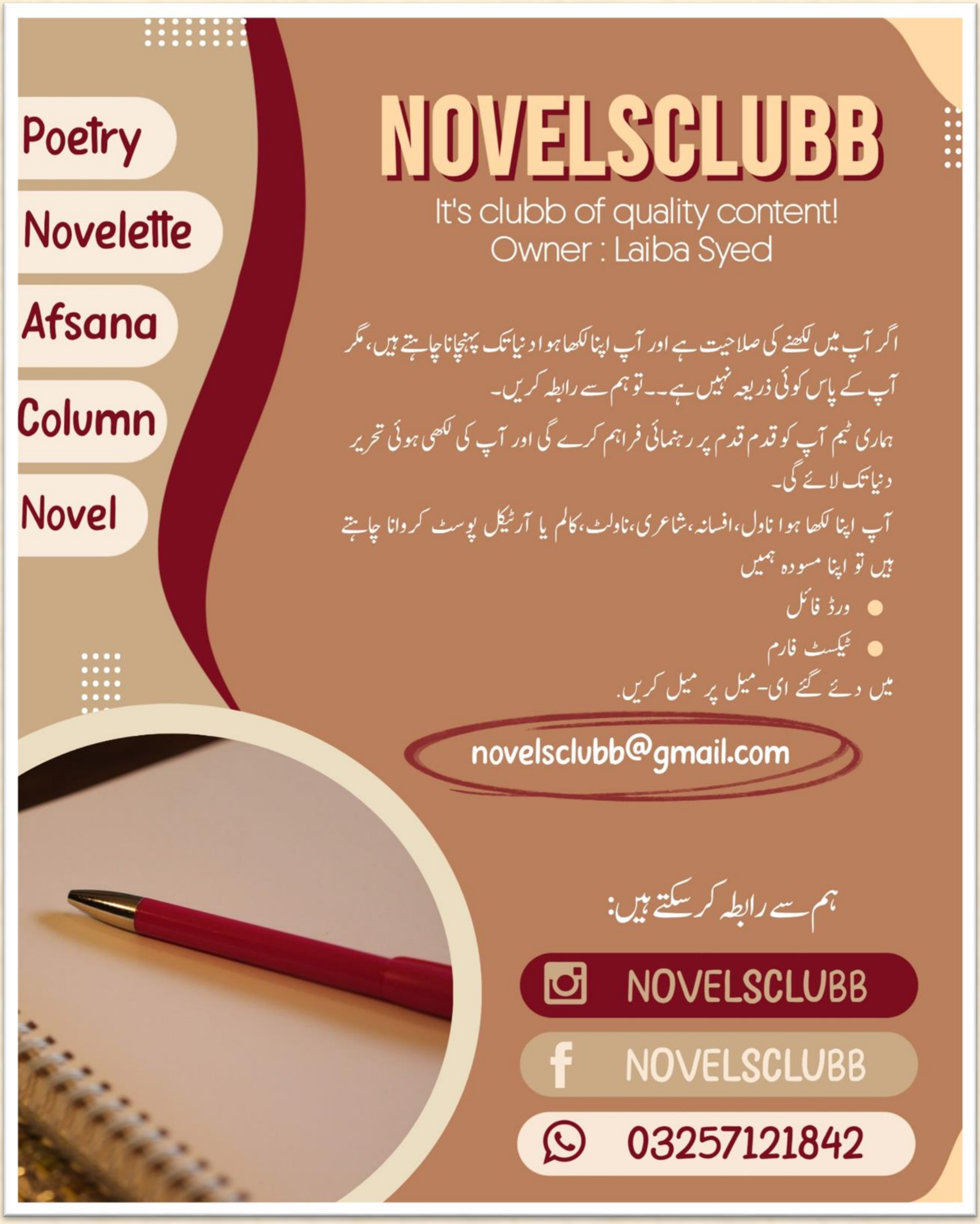
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

قصاص

از قلم

سمیرا حیات

Clubb of Quality Content

ناول "قصاص" کے تمام جملہ حق لکھاری "سمیرا حیات" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

ناول کا نام: قصاص (اپنوں کا قصاص ہم پر واجب ہے)

قسط نمبر: 3

رائٹر کا نام: سمیرا حیات

"تم مت کھولنا میری ماضی کی کتابوں کو

جو تھا وہ رہا نہیں، جو ہوں کسی کو پتا نہیں"

وعدے کے مطابق احمد کو اس کے گھر سے پک کر لیا گیا تھا۔اب وہ اسے ایک ایسی جگہ لے جا رہے تھے جہاں کسی ذی نفس کے وجود کا تصور بھی احمد نے نہ سوچا تھا۔

کراچی سے دور، حیدر آباد ہائی وے کے بیچ و بیچ سنسان ویرانے سے گزر کر پہاڑوں کے پار، جیپ ایک قدیم حویلی کے سامنے رکی۔ جیپ کا دروازہ کھول کر احمد کو باہر آنے کا اشارہ کیا گیا۔

وہ شخص چھ فٹ سے بھی زیادہ قد آور، ہٹا کٹا آدمی تھا۔ اس وقت سوٹ میں ملبوس چہرے پر سیاہ ماسک لگائے ہوا تھا جس میں اسکی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔

احمد نے نیچے اتر کر ارد گرد کا جائزہ لیا۔ وہاں انسان کیا کسی پرندہ کا وجود بھی نہیں تھا۔ زمین بنجر ہو کر دراڑوں میں بٹی ہوئی تھی۔

احمد اس آدمی کی نمائندگی میں چلنے لگا۔ مختلف جگہوں سے گزر کر وہ ایک الگ ہی دنیا میں پہنچے۔ جہاں کی چکا چوند روشنی نے احمد کی آنکھیں چندھیا دیں۔

"ویلکم!" سلطان جو کمپیوٹر اسکرین پر نظریں جمائے، کانوں پر ہیڈ فون لگائے بیٹھا تھا، اس آدمی کے مطلع کرنے پر کرسی گھما کر احمد کو دیکھا اور خوشی سے باہیں پھیلائے اسکی طرف بڑھا۔

"ویلکم ٹو مائی ورلڈ" اس نے ہاتھ کے اشارے سے اطراف میں اشارہ کیا۔

احمد ہونکوں کی طرح سامنے لگی مختلف اسکرینز کو دیکھنے لگا۔ وہاں کل چھ اسکرینز موجود تھی جن میں سے دو پر سی۔ سی۔ ٹی وی فوٹیج اور دو پر کسی پروگرام کی کوڈنگ ہو رہی تھی جبکہ ایک اسکرین پر واٹس ایپ چیٹ کھلی ہوئی تھی اور ایک خالی تھی۔

Clubb of Quality Content!

"آؤ" سلطان اسکی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر سہارا دیتے اسے اسکرینز کے پاس لے آیا۔

"یہ پوری حویلی کی فوٹیج ہے۔۔۔زیادہ نظر نہیں رکھنی پڑے گی، حاتم ہے سیکیورٹی کیلیئے، پھر بھی دھیان رکھنا۔" اس نے اپنے آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ طیب نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

"اور یہ ایپ ہمارے لیے بہت ضروری ہے اسے بنانا تمہارا کام ہے۔" اس نے کوڈنگ اسکرینز کی طرف اشارہ کیا۔ "اور یہ چیٹس۔۔۔"

"کیا میں اس چیز سے دور رہ سکتا ہوں؟" احمد نے سلطان کی بات درمیان میں کاٹی۔ حاتم کے چہرے پر ناگواری کا عنصر پیدا ہوا۔

سلطان نے حیرت سے احمد کو دیکھا۔ "تم جانتے ہو یہ کس بارے میں ہیں؟"

احمد نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں لیکن میں لڑکیوں سے بات نہیں کر سکتا۔" اسکی بات پر سلطان کا بے ساختہ قہقہہ فضا میں گونجا۔

"کمال ہے۔" اس نے داد دیتے حاتم کی طرف دیکھا جو کہ خود حیران تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ایک اسسٹنٹ کو تجسس تھا چیٹس میں کیا ہے اور دوسرے کو بتا رہا ہوں تو اسے کوئی دلچسپی نہیں۔" احمد نے کوئی جواب نہ دیا۔ سرسری سی نظر اسکرین پر کھلی چیٹ میں لکھی بے باک باتوں پر ڈال کر ہٹا لیں۔

باقی کام سمجھنے کے بعد وہ پلے روم میں پہنچے جہاں ایک آدمی رسیوں میں جکڑا لہولہان چبوترے کے بیچ و بیچ کرسی پر بندھا تھا۔

سلطان نے سوالیہ نگاہوں سے حاتم کی طرف دیکھا۔

"سر۔۔ یہ وہی ہے جس نے ہمارا اسسٹم خراب کرنے کی کوشش کی تھی۔" حاتم نے آگے بڑھ کر تفصیل بتائی تو سلطان کے ہونٹ گولائی میں سمٹے (اوہ)۔

سلطان نے اپنے وحشی پن پر اترنے کیلئے کوٹ کو اتارا اور حاتم کی طرف بڑھایا۔ حاتم نے کوٹ سلیقے سے اپنے بائیں بازو پر ڈال لیا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتی لوگ کیوں خوامخوہ دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں۔"

سلطان کف فولڈ کرتا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ احمد بے خبر اسے دیکھ رہا تھا۔ سلطان چبوترے کے سرے پر پڑے اپنے اوزاروں والے ٹیبل کے قریب گیا اور اپنا آج کا ہتھیار چننے لگا۔

"احمد تم نے کبھی کسی انجان کی زندگی میں زبردستی کی مداخلت کی ہے؟" وہ ایک تیز دھار والا خنجر چن کر اس شخص کی طرف بڑھتے ہوئے، احمد کی جانب دیکھتے پوچھ رہا تھا۔

احمد کے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ "نہیں سر۔" اسنے دھیرے سے کہا۔

"کیاااا۔۔۔ آواز نہیں آئی۔" سلطان نے آواز میں غصہ سموتے احمد سے پوچھا۔ وہ اب اس شخص کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"نہیں سر ایسا کبھی نہیں کیا" احمد نے ڈرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی وہ تھوڑا سا جھک کر اس شخص کے روبرو ہوا۔ "سنا تم نے۔۔۔ دوسرں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے"۔ وہ شخص ادھ موئی حالت میں تھا، بمشکل سر اٹھاتے اس نے سلطان کی آنکھوں میں دیکھا پھر نفرت سے پھنکارا:

"تم مروگے۔"

اگلے ہی پل سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ کی جگہ سختی آگئی۔ اس نے پوری قوت سے خنجر اس شخص کے دائیں ہاتھ پر مارا جو ہاتھ کو چیرتے لکڑی کی کرسی کے آر پار ہوا۔ اس شخص کی چیخیں سارے میں پھیل گئیں احمد سانس روکے سارا منظر دیکھ رہا تھا۔

"کیوں؟ کیا بگاڑتا ہوں میں کسی کا۔۔؟ کیوں میرے پیچھے تم سب پڑ جاتے ہو؟" اس شخص کی چیخوں اور آنسوؤں کو نظر انداز کرتے وہ معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔ "ہمم؟" سلطان نے پوری قوت سے خنجر واپس کھینچا تو خون کا فوارہ اس شخص کے ہاتھ سے بہنے لگا۔ وہ شخص اب لمبی لمبی سانسیں بھرتے، روتے ہوئے چیخ رہا تھا۔

لیکن وہ تو سلطان تھا اسکی درندگی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ اسکے بال پکڑے جنونی انداز میں اسکے چہرے اور سینے پر وار کر رہا تھا۔

"مجھے ہی نقصان پہنچا کر، مجھے ہی دھمکانے کی ہمت کیسے ہوئی تمہاری۔" چلاتے ہوئے وہ مسلسل وار کیے جا رہا تھا۔ اس شخص کے چہرے اور سینے سے خون کے فوارے اور لوتھڑے نکل نکل کر اسکی شرٹ اور اطراف میں پھیل رہے تھے۔ چیخیں اور سانسیں دم توڑ چکی تھیں۔ بچا تھا تو صرف ایک بے جان بندھا ہوا جسم۔

جب سلطان کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے خنجر کو نیچے پھینکا اور بانہیں پھیلائے، بھیڑیے کی طرح اوپر کی جانب دیکھتے زور سے چیخا، پھر پلٹا، چلتے ہوئے شرٹ کے بٹن کھولنے لگا، چہرے پر لگا

خون اس سے صاف کیا اور احمد کے پاس سے گزرتے شرٹ اسکی طرف اچھالی جسے اس نے فوراً چہرے پر پڑنے سے پہلے تھام لی۔

"کلب میں ملو مجھے۔" یہ کہتے ہوئے وہ ایک جانب چلا گیا۔

وہ حکم دے کر جا چکا تھا ساتھ حاتم بھی چلا گیا تھا پیچھے کمرے میں بس وہ تھا اور وہ مرا ہوا آدمی، جس کا چہرہ چند لمحوں میں پوری طرح سے مسخ کر کے اسکی روح جسم سے نکال دی گئی تھی۔

اسکا دل خراب ہونے لگا وہ شرٹ وہیں پھینکتے کمرے سے باہر نکل آیا۔ چند لمبے سانس لیے اور کلب کی طرف قدم بڑھا دیے۔

کلب میں گولڈن رنگ کے سنگل صوفوں پر شہر کی کئی نامور شخصیات بیٹھیں تھیں وہ سر خم کر کے سلام کرتا انہی میں سے ایک صوفے پر بیٹھے سلطان کے پاس چلا گیا۔

"یہ ٹیبلٹ لے جاؤ اور جس کلائنٹ کی سب سے زیادہ (bid) بولی ہو اس کے نام کے ساتھ پارسل کا نمبر ڈائری میں محفوظ کرتے جانا" سلطان نے اسے آئی پیڈ پکڑاتے پوڈیم اسٹینڈ کی طرف اشارہ کیا۔[(Podium stand) کو اردو میں عام طور پر "میدانِ صدارت" یا "میدانِ خطابت" کہتے ہیں۔ اسے ایک اونچا پلیٹ فارم یا سٹیج بھی کہا جاتا ہے جہاں کوئی مقرر

یا مقررین کھڑے ہو کر سامعین سے خطاب کرتے ہیں۔اسے "تختہ صدارت" یا"تختہ خطابت" بھی کہا جاتا ہے۔]

وہ حکم کی تعمیل کرتا اسٹینڈ کے سامنے جا کھڑا ہوا اس کے بالکل سامنے ایک کانچ کی دیوار تھی جو اس وقت پردوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔اس نے ڈائری کھولی۔ پین کو دو انگلیوں کے بیچ تھاما۔ٹیب پر نظریں مرکوز کیں تبھی سلطان نے ریموٹ کی مدد سے پردے ہٹائے،اسی لمحے احمد نے نظریں اٹھائیں اور سامنے والا منظر اس کی روح صلب کر گیا۔

اس کے سامنے نیم عریاں لباس میں ملبوس لڑکیاں کھڑی تھیں جن کے جسم کانپ رہے تھے۔آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور نظریں جھکی ہوئی تھیں۔احمد نے حقارت سے کسی بات پر ہنستے سلطان کی طرف دیکھا۔

"یہ آدمی آخر کس حد تک گرا ہوا تھا؟ایک جیتے جاگتے انسان کو لمحوں میں بے جان کر کے اب ان نہتی لڑکیوں کے دام لگوا رہا تھا وہ بھی انھیں "پارسل" کے لقب سے بلاتے۔"احمد کا سینہ جلنے لگا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سلطان کو لمحوں میں فنا کر دے۔۔۔!

****

"بکھرا پڑا ہے تیرے ہی گھر میں ترا وجود
بے کار محفلوں میں تجھے ڈھونڈتا ہوں میں"

سردیوں کی شامیں اکثر اداس ہوتی ہیں، لیکن پچھلے دو دن سے تو شاید اداسی کے بادل برفات فیملی کیلئے ٹھہر ہی گئے تھے۔

سبھی اسکا بھرپور خیال رکھ رہے تھے حنام نے اس کے کمرے میں ہی سونا شروع کر دیا تھا۔ سعیدہ خاتون گاہے بگاہے اسکے کھانے کیلئے کچھ نا کچھ لے آتیں۔ مریم بھی اکثر اسکا حال احوال پوچھنے آجاتی۔ ان سب کے باوجود وہ اس ڈر سے نکل نہیں پا رہی تھی۔ ابھی بھی لاؤنج میں کھڑکی کے پاس صوفے کی پشت پر سر ٹکائے اداس بیٹھی باہر لان میں ہوا کی دوش پر

اڑتے پودوں کو دیکھ رہی تھی کہ حنام میرون گلابوں کا بوکے ہاتھ میں لیے اس کے سامنے آ بیٹھی۔"یہ لو تمہارے لیے۔"

"ارے یہ کس خوشی میں "امراء نے مسکراتے پوچھا لیکن اسکی مسکراہٹ میں بھی زمانے بھر کی اداسی گھلی ہوئی تھی۔

"تمہارے فیورٹ ہیں ناں۔۔۔میں نے سوچا تمہارا موڈ اچھا ہو جائے گا۔"

"میرا موڈ اچھا ہی ہے۔"دھیرے سے کہتے اس نے گلابوں کی پنکھڑیوں کو پوروں سے چھوتے اسکی نمی کو اپنے اندر محسوس کیا۔لڑکیوں کی عزت بھی تو ان پنکھڑیوں کی جتنی نازک ہوتی ہے،ایک لمحے میں حسین پھول اور اگلے ہی لمحے بکھر کر زمین بوس۔۔۔"

کوئی بات نہیں اور زیادہ اچھا ہو جائے گا"حنام نے آگے بڑھ کر لبوں سے اس کے گالوں کو چھوا۔

"یہ لو گرما گرم سوپ"وہ دونوں ابھی باتیں کر رہی تھیں کہ مریم لاؤنج میں داخل ہوئی اور اس کے پیچھے ابراہیم ٹرالی گھسیٹتے داخل ہوا۔ٹرالی کو امراء کے قدرے قریب لا کر روکتے وہ نیپکن سے باول صاف کرنے لگا۔

"میما۔۔تم کچن میں گئی تھی۔"سوپ کو دیکھ کر حیرت سے پوچھتے وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"نہیں ابراہیم سے بنوایا ہے۔"ابراہیم کو سرو کرنے کا اشارہ کرتے وہ ساتھ والے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھ گئی۔

"توبہ ہے۔۔کیا کر رہے ہو تم لوگ۔"وہ شرمندہ سی انھیں دیکھتے شکوہ کرنے لگی۔

ابراہیم نے سفید رنگ کی نفیس ڈیزائن کی ایک چھوٹی پلیٹ میں سوپ کی کٹوری اور ساتھ میں چمچ رکھا نیپکن پلیٹ کے نیچے رکھی اور اس کے سامنے پیش کیا۔" کیسی ہیں آپ۔؟"اس نے دھیرے سے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں ابراہیم۔"اس نے مسکرا کر پلیٹ تھامی۔حنام نے نیپکن لیتے اسکی گود میں بچھایا۔

"شکریہ"حنام کو گھوری سے نوازتے اس نے ابراہیم کو دیکھ کر الوداعی طور پر کہا(یعنی اب اسے یہاں سے جانا چاہیے)۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ابراہیم نے ایک نظر اسے دیکھ کر سر خم کیا اور گہری سانس لیتے واپس مڑ گیا۔ وہ بدل چکی تھی خزاں کی طرح شاید وہ بکھر چکی تھی اور اسے ملال تھا کاش وہ اس دن کچھ اور وقت کیلئے وہاں رک جاتا۔ آہ کاش۔۔۔

ابراہیم کے جاتے ہی سعیدہ خاتون جوس کا گلاس لیے وہاں چلی آئیں۔ امراء بدمزگی سے چمچ سے سوپ کا ذرا سا کنارہ بھر کر پینے کی کوشش کر رہی تھی انھیں جوس لاتا دیکھ اس کا رہا سہا موڈ بھی خراب ہو گیا۔

"امی۔۔ آپ بھی نا۔۔" اس نے بے دلی سے سوپ کی کٹوری سامنے میز پر دھری اور پاؤں سمیٹ کر صوفے پر بیٹھ گئی جیسے اب اسکی بس ہو گئی ہو ان سب سے۔

"چپ چاپ سوپ پیو، ٹھیک ہو جاؤ گی۔" سعیدہ خاتون نے اس کے لاکھ نفی میں سر ہلانے کے باوجود جوس کا گلاس زبردستی تھماتے حکم دیا۔ حنام کھلکھلاتے ہوئے اس کی بیچارگی کو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کر رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں سچ میں۔" اس نے ہار مانتے کہا۔ "میر کہاں ہے؟" جوس کا گلاس سوپ کے ساتھ رکھتے مریم سے پوچھا۔

"کمرے میں ہے۔" اس نے موبائل پر انگلیاں چلاتے نظر اٹھا کر اسے دیکھتے کہا۔

"پلیز اسے کہیں جانے مت دینا۔"

امراء کو اس رات کی اسکی حالت یاد آئی۔ اسکی بات پر مریم نے گہری سانس لے کر موبائل سائیڈ پر رکھا۔

"تمہیں اسے نہیں روکنا چاہیے تھا۔۔"

"وہ سچ میں اسے مار دیتا۔"

"اسکی سزا یہی تھی۔" مریم نے نڈر لہجے میں کہا۔

"اس نے جتنا مارا مجھے نہیں لگتا وہ کبھی بیڈ سے اٹھ پائے گا۔" افسوس سے سر ہلاتے امراء نے جوس کا گلاس اٹھا لیا۔ اس نے یہ کیسے سوچ لیا کہ مریم میر کے خلاف کچھ سنے گی۔

"سچ میں؟" حنام نے متجسس لہجے میں پوچھتے بڑی بڑی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"ہمم۔" لبوں سے گلاس لگائے اسنے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا، اور پھر پوری کہانی بتانے لگی۔

انہیں انہماک سے دیکھ مریم اٹھی اور اپنے کمرے میں چلی آئی۔

—-----------

کمرہ سگریٹ کے دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ مریم نے ہاتھ سے دھواں ہٹا کر کھانستے بمشکل سانس لینے کی کوشش کی۔ وہ شرمندہ سی چھوٹے چھوٹے قدم بھرتی عالمگیر کے قریب چلی آئی۔

وہ پہلے ہی امراء کی وجہ سے پریشان تھا، پھر اس نے بھی ایسا سلوک کیا۔

مریم نے عالمگیر کے کندھوں پر دھیرے سے ہاتھ رکھا۔ عالمگیر کی پلکیں لرزیں۔ وہ کرسی کی پشت سے سر ٹکائے بیٹھا تھا۔

بائیں ہاتھ میں شعلہ جلتی سگریٹ تھی۔ سفید شرٹ کے بٹن پوری طرح سے کھلے ہوئے تھے۔ کندھے سے بینڈ ایج جھانک رہی تھی۔

مریم جھکی اور دھیرے سے گردن اور کندھے کو باری باری لبوں سے چھوا۔

"ایم سوری۔" وہ نادم سی بولی۔

عالمگیر نے بے اختیار آنکھیں میچیں۔

وہ زندگی کے عجیب موڑ پر پھنس چکا تھا۔نا تو وہ اسے جھکا ہوا دیکھ سکتا تھا نا ہی اسے یقین دلا پا رہا تھا۔

لمبی سانس لے کر وہ سیدھا ہو کر بیٹھا اور سگریٹ کا کش لیا۔

"بس کر دو۔" مریم نے اس کے ہاتھ سے بے اختیار سگریٹ لی۔

"کتنی اسموکنگ کرو گے، ہونٹ سیاہ پڑ گئے ہیں۔" عالمگیر کچھ نہیں بولا بس چہرہ موڑ کر رہ گیا۔

وہ گھوم کر اسکی گود میں آ بیٹھی اور اسکی ناراضگی بھانپتے جان بوجھ کر اسکے بالوں سے کھیلنے لگی۔

"کب تک رہو گے ایسے۔۔ تم ٹھیک نہیں ہو گے تو گھر کیسے ٹھیک ہو گا؟ گھر کا سکون تسلسل سب ٹوٹا ہوا ہے۔۔ بھول جاؤ جو ہوا۔"

"کیسے ٹھیک ہو جاؤں میما؟ کیسے بھلاؤں اپنی ناکامی کو؟" جواب میں وہ بے اختیار بولا، اسکا لہجہ درد سے بھرا ہوا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں کیسے بتاؤں اس احساس کا کہ جب آپ کے سامنے آپ کے گھر کی عزت تار تار ہوئی کھڑی ہو اور وہ شخص، وہ خبیث آپکی آنکھوں کے سامنے ہو، پھر بھی آپ اسے کچھ کہہ نہ پائیں۔" عالمگیر کے لہجے میں غصہ اور بے بسی دونوں تھی۔ مریم خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"امو کو مجھے نہیں روکنا چاہیے تھا میما۔" بے بسی سے بولتے ہوئے اسکی آواز رندھی۔ مریم نے اسے اتنا ٹوٹا ہوا زندگی میں آج چوتھی بار دیکھا تھا۔ وہ اسے گلے لگائے اسکا سر سہلانے لگی۔

"میرا سینہ جل رہا ہے، میما۔۔ مجھے سانس نہیں آرہی۔ وہ کمینہ زندہ ہے، میں شرمندگی سے سانس نہیں لے پا رہا۔" اس کے کندھے میں چہرہ چھپائے وہ آزردگی سے بول رہا تھا مانو ابھی رو دے، اور مریم، اس کے پاس تسلی بھرے الفاظ کے سوا کچھ نا تھا۔

****

رات پوری طرح سے سارے میں پھیل چکی تھی۔ڈائمنڈ پیلس خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔پورا چاند اپنے جوبن پر چمک رہا تھا۔ڈائمنڈ پیلس کی کھڑکیوں سے چاندنی جھانکتے ہوئے اسے مزید منور کر رہی تھی۔کھانے کی میز پر لطف کھانوں سے سجی ہوئی تھی۔ڈیوٹی کے مطابق ابراہیم کھانا بنا کر جا چکا تھا۔ماریہ اور صوفیہ کھانا سرو کر کے کچن میں چلی گئیں تھیں۔

کھانے کی میز پر پانچ افراد کے بیٹھنے کے باوجود اتنا سناٹا تھا مانو کوئی آسیب پھیل گیا ہو۔

عالمگیر سربراہی کرسی پر بیٹھا نظریں نیچے کیے وقفے وقفے سے بس پانی پیے جا رہا تھا۔امراء خاموشی سے سر جھکائے چمچ سے کھانے کو یہاں وہاں گھما رہی تھی۔مریم اور حنام بھی خاموشی سے کھانا کھا رہی تھیں۔

"ماحول کو اتنا سوگوار کیوں بنایا ہوا ہے سب نے.."سعیدہ خاتون نے کھانے سے ہاتھ روکتے ان کی طرف دیکھا۔"اتنی اداسی تو علاءالدین صاحب کے جانے کے دن بھی نہیں تھی"ان کی بات پر امراء کی آنکھوں کے کنارے بھیگے۔کانوں میں اپنے ہی الفاظ گردش کرنے لگے

"کاش وہ ہم سے دور چلے جائیں بہت دور" اس کے گلے میں کانٹے اگنے لگے درد سے آواز گھٹ رہی تھی۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر صرف یہی بول پائی۔

"ایم سوری میر" ایک سرگوشی کی مانند اس کی ٹوٹی ہوئی آواز ابھری۔ عالمگیر نے پہلی بار اس کی طرف دیکھا۔ کتنا کرب تھا اس کے چہرے پر۔ حنام اور مریم ہاتھ روکے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں بھلا وہ کس چیز کی معافی مانگ رہی تھی۔

وہ دوبارہ بولی "میری ایک خواہش نے اس گھر کی خوشیاں برباد کر دیں"

"ایسے مت کہو" عالمگیر نے اس کی حالت پر سے نظریں چراتے دھیرے سے کہا۔ اس کی آنکھوں کے کنارے سرخ ہونے لگے۔ مریم سوالیہ نظروں سے عالمگیر کو دیکھنے لگی۔ آخر چل کیا رہا تھا یہاں؟

مگر امراء نے اسے نہیں سنا۔ بولتے ہوئے وہ ہچکیاں لینے لگی "شاید اگر اس دن میں ان کے دور جانے کی خواہش نا کرتی تو آج وہ زندہ ہوتے اور یہ گھر یوں بکھرا ہوا نہ ہوتا" عالمگیر نے ضبط سے آنکھیں میچ لیں۔

"امو میں کہہ رہا ہوں نا تمہارا کوئی قصور نہیں تھا" عالمگیر کے لہجے میں خفگی گھلی۔ وہ پشیمانی کے گڑھے میں گرتا جا رہا تھا۔ آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔ اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"مجھے ان کی یاد آ رہی ہے" وہ بچوں کی طرح بلکتے ہوئے بولی۔

"میر پلیز انھیں واپس لے آؤ میں ان سے کبھی کوئی شکوہ نہیں کروں گی۔" اس نے گڑگڑاتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر کہا جیسے کوئی بچہ اپنی پسندیدہ چیز کی فرمائش کر رہا ہو۔

عالمگیر نے لب بھینچے مریم کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھا۔

"امراء آخر ہو کیا گیا ہے تمہیں۔" سعیدہ خاتون نے اٹھ کر اسے تھامتے عالمگیر کا ہاتھ چھڑوایا۔ وہ ان سے لپٹ کر بے تحاشا رونے لگی۔

"امی۔۔ پلیز بابا کو واپس لے آئیں" عالمگیر کے قدم بے جان ہونے لگے۔ وہ ہمت مجتمع کرتے میز کا سہارا لیتے کھڑا ہوا۔ "سنبھالو اسے" مدد طلب لہجے میں سرگوشی سے مریم کو کہتا وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اب اس کیلئے وہاں بیٹھنا انگاروں پر بیٹھنے کے برابر تھا۔

Clubb of Quality Content

"وگ سچ ہی کہتے ہیں بڑوں کے کام کرنے یا نہ کرنے سے کوئی غرض نہیں ہوتی، ان کا بس گھر میں ہونا ہی آپ کے لیے کافی ہوتا ہے۔

عالمگیر اور امراء برفات کے مضبوط ستون تھے جنہیں علاءالدین برفات نے محنت اور سخت تربیت کی بھٹی میں سانچا تھا اور جب ستون ہی کمزور پڑنے لگیں تو عمارت زیادہ دیر مضبوطی سے کھڑی رہ نہیں پاتی۔

امراء کو اپنی ذمہ داری اچھے سے پتہ تھی۔ اس کا غم، اس کا ڈر، کوئی تسلی، کوئی دوا، کم نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن وہ کمزوری کا مظاہرہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اسے اجازت نہیں تھی۔ سوگ بس تین دن کا ہوتا ہے چاہے وہ کسی کے مر جانے کا ہو یا کسی کے چھوٹ جانے کا۔

Clubb of Quality Content

فجر کی نماز پڑھنے کے بعد وہ ایک گھنٹہ ٹریکنگ کر کے خود پر مضبوطی کا خول چڑھائے بوتیک جانے کیلئے تیار ہوئی۔ "وہ امراء تھی اور اس کا یہی ہونا ہی کافی تھا۔"

"میں ٹھیک ہوں بالکل ٹھیک۔۔ بس اب اور نہیں" اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھتے پر اعتمادی سے خود کلامی کی۔ دل میں دبی گھٹن بھری سانس ہوا میں خارج کی۔ اپنی روٹین کی

تیاری کی۔ہلکا سا میک اپ کر کے لینز لگائے۔پرفیوم خود پر چھڑکا۔ریشمی بالوں کو کھلا چھوڑا۔ میرون کلر کا ڈبل لئیر عبایہ پہن کر چہرے کے گرد حجاب لپیٹا۔بیگ سیلیکٹ کر کے اس کے اسٹریپ پر کلچر لگایا جس کی اسے ہر پانچ منٹ بعد ضرورت پڑتی تھی۔کلائی میں نفیس سی گولڈن رنگ کی گھڑی باندھی اور کورٹ شوز پاؤں میں پہنتے خوشدلی سے مسکراتے باہر چلی آئی۔

"گڈ مارننگ" بیگ ماریہ کو پکڑاتے سب کو دیکھتے کہا۔

"ماشاءاللہ" سعیدہ خاتون نے نظر اتاری۔

"حسین لگ رہی ہو" حنام نے تعریفی طور پر کہا۔

"تھینک یو" اس نے مسکرا کر کہتے عالمگیر کو دیکھا جو لب بھینچے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔"آفس جانے کی جلدی نہیں ہے تو مجھے بوتیک ڈراپ کرتے ہوئے جاؤ گے ؟"

وہ چند لمحے خاموشی سے اس کے بدلے روپ کو دیکھتا رہا۔"ہمیں تو غمزدہ ہونے کی بھی اجازت نہیں" وہ دل ہی دل میں سوچ کر کڑھا، پھر دھیرے سے سر اثبات میں ہلاتے سب کو کھانا کھانے کا اشارہ کیا۔

"میں ڈراپ کر دوں؟" انھیں خاموش دیکھ کر حنام نے پوچھا۔

"نہیں میں کر دوں گا۔" عالمگیر نے کھانے کا ایک نوالہ لے کر ہاتھ کھینچتے، کھانے کے نادیدہ ذرات نیپکن سے صاف کیے۔

"چلو اچھا میں یونیورسٹی جا رہی ہوں، کچھ چاہیے ہو تو کال کرنا مجھے۔۔اوکے" امراء کو مخاطب کرتے کہا اور صوفیہ کو ہاتھ کے اشارے سے بیگ لانے کو کہا۔

"اوکے باس" امراء نے سر خم کیا، وہ بھی ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔

"خیر ہے نا تم تینوں کی" مریم نے تیوری چڑھائی۔ "کھانا تو کھالو"

"بھوک نہیں ہے" تینوں نے ایک ساتھ کہا پھر خوشدلی سے مسکرا دیے اور باہر کی راہ لی۔

امراء اپنا بیگ اور اسموتھی مگ لے کر موبائل پکڑے کانوں میں ائیر پورڈز لگائے باہر جا رہی تھی جب پیچھے سے عالمگیر نے پکارا۔ "امو"۔

"ہمم" وہ مصروف سے انداز میں مڑتے ٹھہری۔

"بوتیک جا رہی ہو؟"

"ہاں"

"کچھ دن آرام کر لیتی۔"

"نہیں میں ٹھیک ہوں اب۔۔ایم سوری میر۔۔میں نے ضد کی تمہاری بات نہیں سنی" اس نے شرمندہ لہجے میں معذرت کی۔

"کوئی بات نہیں۔امو کبھی غلط فیصلہ نہیں کرتی۔۔اور میں ہوں نا، پریشانی کی کیا بات ہے" اس کی بات پر امراء کی ڈھارس بندھی، دل کی شریانوں میں خون کی جگہ سکون دوڑا۔

"ہمم"

"یہ لو" عالمگیر نے والٹ سے ایک گولڈن کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھایا تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔"یہ کیا ہے؟"

"تمہارا ڈریم" اس کی بات پر حیرت میں گھرتے سامان بائیں ہاتھ پر ڈالتے دائیں ہاتھ سے کارڈ پکڑ کر تنقیدی نظروں سے جائزہ لینے لگی۔"میرا؟۔۔"

"اوہ۔۔۔سیلف ڈیفینس ٹریننگ۔" کارڈ پر نمایاں ہندسوں میں نام پڑھتے خوشی سے اچھلی۔

"ہاں" وہ جانتا تھا اب یہی چیز ہی اس کی خوشی واپس لاسکتی تھی۔

"تھینک یو۔" بھرپور خوشی سے کھلکھلاتی، اسے دلی سکون دلا رہی تھی۔

"یو آر آلویز ویلکم!"

"چلیں۔۔میں چھوڑ دیتا ہوں"

"اوکے" وہ خوشی سے اچھلتے اس کے ہمراہ باہر نکلی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

****

کیسے کر لیتے ہو بے رخیاں، دل نہیں دُکھتا تمھارا۔۔۔

حنام نے اپنا میجر چینج کروالیا تھا اور اس کا دھیان بس زین کو دیکھنے میں ہی صرف ہوتا۔

"اپنے نظروں کے زاویے کنڑول میں رکھو۔" وہ اکثر کہتا اور وہ کھلکھلا دیتی۔

"مس حنام بورڈ زین کے چہرے پر نہیں بلکہ دیوار پر لگا ہے۔" سر شوکت نے سختی سے اسے ٹوکا، اس کے چہرے کی مسکراہٹ سمٹی، بدمزگی سے انھیں گھورا اور ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر منہ بسور کر بیٹھ گئی۔

"او کے سٹوڈنٹس پروجیکٹ کیلئے ٹیم اپ کر لیں۔" انھوں نے چاک سے بورڈ پر پراجیکٹ نیم ہائی لائٹ کیا:

the impact of AI on society, the development of sustainable technologies, or the ethical implications of emerging technologies

"مجھے ہر گروپ سے بہترین پرفارمنس چاہیے، نو ایکسکیوز، نو ڈیلے نہ کوئی بہانہ نہ تاخیر، سب چار افراد کے گروپ میں تقسیم ہو جائیں۔" وارن کرتے اب وہ اپنی چیئر پر بیٹھ کر ان کے گروپ بنتے دیکھ رہے تھے۔

وہ دونوں فرسٹ رو میں ایک دوسرے کے برابر بیٹھے تھے، رو میں چار کرسیاں رکھی ہوئی تھیں، سامنے چھوٹے سے اسٹیج پر سر شوکت ان پر کڑی نگاہیں ڈالے بیٹھے تھے، پیچھے والی چار رو میں سرگوشیاں چل رہی تھیں۔

"میں تمہارے گروپ میں رہوں گی۔" حنام نے بال اک ادا سے پیچھے جھٹکتے سرگوشی میں کہا۔

"سوچنا بھی مت۔" زین نے بورڈ پر نظریں مرکوز کیے سخت لہجے میں کہا۔

اس کی بات پر حنام استہزائیہ مسکرائی۔ "میں بھی دیکھتی ہوں کون تمہارے گروپ میں آتا ہے۔" اس نے پورے یقین سے کہا، زین نے ایک پل کو نظر گھما کر اس کی خوداعتمادی کو دیکھا اور پھر پیچھے سرگوشیاں کرتے اسٹوڈنٹس کو، جو چور نگاہوں سے اسے دیکھتے اب آئیں بائیں ہو رہے تھے۔

"غنڈہ گردی کرنے آتی ہو یا پڑھنے؟" زین غصے سے پھنکارا۔

"سر شوکت سے کہو ہم چاروں کا گروپ فائنل ہے۔" حنام نے اسے بنا دیکھے چہرہ دائرے کی شکل میں گھما کر سامنے والی رو کے اسٹوڈنٹس کو کہا۔

"میں کسی طور ایسا نہیں کروں گا۔" زین نے اسی غصے سے کہا تو اس نے سر ہلاتے پرس سے موبائل نکال کر ایک میسیج ٹائپ کر کے بھیجا۔ "ہم چاروں کا گروپ اناؤنس کرو۔"

اس کے موبائل پرس میں رکھتے ہی روکی آخری کرسی پر بیٹھا چشمش لڑکا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کیے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا "سر اف یو ڈونٹ مائنڈ ہم چاروں گروپ کر لیں۔" اسنے اپنے ساتھ والے اور حنام اور زین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"عقیل باقی دو ٹھیک ہیں، حنام کا ریپلیسمنٹ ڈھونڈ لو۔" زین سر شوکت کا فیورٹ اسٹوڈنٹ تھا، حنام کی آنکھوں میں نفرت کا شعلہ بھڑکا۔

"نہیں سر وہ بہت لائق ہے، میں ان چاروں کے ساتھ ٹھیک ہوں۔"

"مجھے اس گروپ کے ساتھ کام نہیں کرنا۔" زین نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے فیصلہ سنایا، حنام کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔

"ٹھیک ہے کسی اور کے ساتھ جوائن کر لو۔" انھوں نے ہامی بھری۔

"سر ہمارے گروپ بن چکے ہیں۔" پیچھے سے آواز آئی، زین نے دانت پر دانت جمائے حنام کو دیکھا اور بنا کچھ کہے کلاس روم سے باہر چلا گیا۔

سر شوکت کو اس کی یہ حرکت بری تو لگی لیکن فی الحال ان کے غصے کا نشانہ کسی اور طرف تھا۔

"ٹھیک ہے منڈے کو ملتے ہیں۔" وہ اپنی فائل اٹھاتے کھڑے ہوئے۔ "عقیل بی کیئر فل، ادھورا پروجیکٹ نہیں چاہیے مجھے۔" انھوں نے حنام کو دیکھتے طعنہ کسا اور باہر کی راہ لی۔

"تھینکس عقیل۔" وہ اک ادا سے کہتی اپنا بیگ اٹھاتی (جس میں شاید صرف موبائل ہی آ سکتا تھا لیکن اس کی قیمت چار یونیورسٹی اسٹوڈنٹس کی پوری ڈگری کمپلیٹ ہونے کی فیس کے برابر تھی) زین کو ڈھونڈنے نکل پڑی۔

"زین۔" وہ ہیل میں بھاگتے ہوئے اسے پکارتے اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میرے پیچھے مت آؤ۔" زین نے رک کر اسے جھڑکا۔

"لنچ کریں ساتھ۔" وہ چال کو متوازن کرتی، تیز سانسوں کو بحال کرتی اس کی طرف بڑھنے لگی۔

"زہر کھا لو میری طرف سے۔" اس نے غصے سے بیگ کو دوسرے کندھے پر شفٹ کرتے کہا۔

Clubb of Quality Content

"تم مجھ پر اتنا غصہ کیوں کرتے ہو؟" حنام اس کے پاس چلی آئی، بھاگنے کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، تنفس تیز تھا، اس کی گردن کی نسیں تنی ہوئی تھیں، زین نے بے اختیار نظریں چرائی۔

"مجھے تنگ کرنا بند کر دو، پھر نہیں ہوں گا غصہ۔" نظریں پھیرتے وہ کینٹین کی طرف بڑھنے لگا۔

"پر تمہارے دادا جی نے کہا تھا تمہارا خیال رکھنے کو۔" حنام نے معصومیت سے جواز پیش کیا۔

زین نے رک کر بے اختیار آنکھیں میچیں "ایک تو دادا جان نے میری زندگی کھلونا بنائی ہوئی ہے۔" اس نے دل میں سوچا اور گھوم کر اسے دیکھا۔

"بھول جاؤ اس بات کو۔۔ آئندہ میرے پیچھے مت آنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" اس نے شہادے کی انگلی اٹھا کر وارن کیا۔

"تم سے برا تو کوئی ہے بھی نہیں۔" حنام نے شرارت سے ٹھنڈی آہ بھری۔

"زہر کھالو تم۔" وہ غصے سے بھڑکتا آگے بڑھ گیا اور حنام سر جھکا کر بے اختیار ہنستی چلی گئی۔

ہمیں ہمیشہ لاحاصل چیز کی طلب ہی کیوں ہوتی ہے۔ جو درد بھی دے، تو دوا لگتا ہے اور اس کا ظلم بھی تسخیر دیتا ہے، لڑکیوں کی محبت کا لاابالا پن انھیں اندر سے ختم کر دیتا ہے، انھیں پتہ بھی نہیں چلتا اور جب وہ ٹوٹ کر اپنے اندر سکون تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہیں تو انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اندر تو بہت پہلے ہی خالی ہو چکا ہے۔

حنام نے بیگ سے موبائل نکال کر عالمگیر کا نمبر ڈائل کیا اور کان سے لگاتے ہوئے کوریڈور میں پڑے ایک بینچ پر بیٹھ گئی۔

"ہیلو مائی سویٹ۔" عالمگیر کی والہانہ بھری آواز ابھری۔

"ہیلو مائی پاکیمان۔" حنام نے اپنی دوستوں کو ہائے کرتے خوشدلی سے کہا۔ جو اس کی ہی طرف آرہیں تھیں

عالمگیر بے اختیار کھلکھلایا، وہ جب جب یہ کہتی مطلب اسے کوئی اس سے بڑا کام ہوتا۔

"کس کا سر قلم کروانا ہے؟" عالمگیر نے شوخ لہجے میں پوچھا۔

"سر نہیں قلم کروانا، بس ٹرانسفر کروا دیں۔" حنام نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا کسی ٹیچر نے ڈانٹا تمہیں؟" عالمگیر کا شوخ لہجہ قدرے سنجیدہ ہوا۔

"نو۔۔ڈیٹس آل چل (نہیں سب ٹھیک ہے)، بس ٹرانسفر کروادیں۔" اس کی دوستیں پاس آچکی تھیں، اس نے دوستوں کو انگلی چونچ بنا کر کھولتے پانچ منٹ انتظار کرنے کا اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے نام واٹس ایپ کردو مجھے۔" عالمگیر نے لہجہ ہموار کیا۔ باقی کی ڈیٹیلز وہ خود ہی نکلوا لے گا۔

"اوکے ڈیڈی سی یو۔" اس نے موبائل اسکرین کو چومتے کال کٹ کی۔

"کس کی حالت خراب کرنے والی ہو؟" اس کے ارادے بھانپتے اس کی دوست نے پوچھا۔

"سر شوکت کی۔" اس نے آنکھ دبا کر کہا۔

"تو پھر اسائنمنٹ کمپلیٹ کریں یا نہیں؟" ایک اور نے کہا تو وہ ہاتھوں پر ہاتھ مار کر کھلکھلائیں۔

****

کبھی آنسو کبھی سجدہ کبھی ہاتھوں کا اٹھ جانا، خواہشیں ادھوری ہوں تو رب کتنا یاد آتا ہے۔

"کب تک ڈسچارج کرینگے مجھے" وہ کوفت سے خضر کو دیکھتے پوچھ رہا تھا۔

خضر نے دھیرے سے کھلکھلا کر بتایا۔ "کل کو انشاءاللہ"۔

"ہمم" اس نے پر سوچ لہجے میں کہا "گھر جاؤ تو میرا سارا سامان گراؤنڈ فلور پر شفٹ کروا دو"۔

"لیکن کیوں بھائی؟" خضر نے حیرت سے پوچھا۔

"بس ایسے ہی" وہ اداس سا بولا "شاید سیڑھیاں نہیں چڑھ پاؤں گا اب میں"۔ اس نے جواز دیا، خضر نے سوالیہ نظروں سے نوشاد بیگم کو دیکھا۔

"احنف جیسا کہہ رہے ہیں ویسا ہی کریں" انھوں نے ہامی بھری۔ وہ سر خم کرتا اٹھ گیا۔

"احنف سب ٹھیک ہے ناں میری جان ؟" خضر کے جاتے ہی انہوں نے فکر مندی سے اسکے بالوں کو سہلاتے پوچھا۔

"جی بیگم جان" وہ دھیرے سے مسکرادیا۔

بلآخر چار سال پانچ ماہ بعد وہ اس ہاسپٹل سے اس کمرے سے آزاد ہو رہا تھا۔

عمارہ، زین، خضر، نوشاد بیگم سب موجود تھے وہاں۔

"کوئی اور رہتا ہے تو اسے بھی بلا لیتے" احنف نے دھیرے سے چاروں جانب دیکھتے مسکراتے ہوئے کہا۔ عمارہ نے خفگی سے اسے دیکھا "فضول نہیں بولا کریں"۔

"یہ مت لگاؤ" احنف نے خضر کے گردن کے گرد مفلر لپیٹتے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا۔

"مرزا صاحب اپنی ڈریسنگ چینج کر رہے ہیں آپ" زین نے شرارت سے چھیڑا۔

"شٹ اپ" اس نے نحیف آواز میں ڈانٹا پھر خضر کی طرف متوجہ ہوا۔ "کالر والی شرٹس خارج کریں ہمارے وارڈروب سے، مجھے الجھن ہو رہی ہے اسے پہننے میں"۔ اس نے کوفت سے کالر کو گردن سے قدرے دور کیا۔

"کیا ہوا بھائی؟" خضر نے پریشانی سے پوچھا۔

"ہمارا دم گھٹ رہا ہے" اس نے کہتے ہی شرٹ اتار دی۔

"کیا ہوا احنف" نوشاد بیگم بھی پریشانی سے بولیں۔

"کالر شرٹ میں دم گھٹ رہا ہے بیگم جان" اس نے بیچارگی سے کہا اور جلدی سے شرٹس کھنگالنے لگا۔ اتنے عرصے بعد نارمل کپڑے مل رہے تھے ورنہ تو اتنے ٹائم سے وہ اسکر بز ہی پہن رہا تھا۔

"ایسے مینڈارِن کالر (فلیٹ بین والی شرٹ) والی شرٹس ارینج کرواؤ" اس نے خضر کو شرٹ دکھاتے ہدایت دی اور ہینگر سے اتار کر پہنی۔ "اور اوپر والا بٹن نا ہو" ایک اور ہدایت دی۔ خضر نے سمجھنے والے انداز سے سر خم کیا۔

کچھ دیر بعد وہ لوگ کمرے سے نکل کر لفٹ میں سوار ہوئے۔ احنف مسلسل بے چینی کے عالم میں انگوٹھے سے انگشت انگلی کو مسل رہا تھا۔

"ابی ٹھیک ہیں ناں آپ؟" عمارہ نے فکر مندی سے اسکے پسینے سے نم ماتھے کو دیکھتے پوچھا۔

"جی آپا" اس نے تیز تیز سانس لیے۔ "بس دم گھٹ رہا ہے ایسی چیزوں سے"۔ وحشت سے لفٹ کے اطراف دیکھا۔ کچھ دیر بعد وہ لفٹ سے نکل کر لابی سے ہوتے باہر کھلی فضا میں آئے تو اسکی جان میں جان آئی۔

"چلیں بھائی" اسے ایک ہی جگہ رکے دیکھ خضر نے کہا۔

"رکیں تھوڑی دیر" اس نے گہرے سانس لیتے تازہ ہوا کو اپنے اندر اتارا۔ یہ ہوا، یہ منظر اسے اتنے عرصے بعد نصیب ہوا تھا ایسے جیسے اسے نئی زندگی ملی تھی۔

کسی بچے کی طرح اسکی آنکھوں میں چمک تھی۔ تھوڑی دور چلے تو ڈرائیور ہاسپٹل کے ایگزیٹ ڈور پر گاڑیاں لیے کھڑے تھے۔

"احنف آپ کمفرٹیبل ہونگے؟" سامنے کھڑی اپنی کار کو دیکھتے بیگم جان نے بے ساختہ مڑ کر پوچھا۔

احنف نے ہچکچاتے نفی میں سر ہلایا۔

"کوئی بات نہیں آپ میری کار میں چلیں" زین اسکا ہاتھ پکڑے اپنی ایس یو وی کی طرف چلا آیا۔

"چلو ٹھیک ہے آپ اس گاڑی میں آئیں، میں اور خضر اس میں آتے ہیں" بیگم جان نے کہا۔

"بھائی کوئی پریشانی ہو تو کال کیجیے گا" خضر نے زین کو مشکوک نظروں سے گھورتے احنف سے کہا۔

زین نے "ہونہہ" کہ کر منہ بناتے احنف کیلئے دروازہ کھولا اور اسے پچھلی سیٹ پر بیٹھنے میں مدد کی۔

"ابی کمفرٹیبل ہیں ناں آپ؟" عمارہ نے پوچھا۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے زین نے بھی بیک ویو مرر سے اسے دیکھا۔

"ہمم ٹھیک ہوں آپا، زین ونڈو ڈاؤن کر دو" اس کے کہنے پر فوراً عمل کیا۔ گیا۔

بہار کے دن تھے۔ موسم خوشگوار تھا۔ وہ کھڑکی کی طرف چہرہ موڑے تازی ہوا اپنے اندر اتارتے نئے کراچی کو دیکھ رہا تھا۔

ان چار سالوں میں کافی کچھ بدل گیا تھا۔ نئی بلڈنگز بن گئی تھی۔ بہار کی وجہ سے کراچی ہرا بھرا دکھ رہا تھا۔

کچھ نہیں بدلا تھا تو وہ مرزا محل تھا جو اسی سادگی اور شان کے ساتھ سر اٹھائے کھڑا تھا۔ کچھ دیر بعد گاڑی گھر کے سامنے رکی۔

احنف نے گاڑی سے اتر کر اپنے سکون اپنے گھر کو نظر بھر کر دیکھا۔ آج احساس ہو رہا تھا وہ کتنی اہمیت رکھتا تھا اس کیلئے۔

وہ کتنا دور چلا گیا تھا اپنے اس گھر سے۔

اس کے آنے پر مرزا محل کے در و دیوار تک کھلکھلا اٹھے تھے۔ سبھی خادم اسکی بلائیں لیتے اسے خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ بچے بڑے ہو گئے تھے۔

وہ کتنا دور چلا گیا تھا ان سے۔

عادی اس کے کندھے تک آ رہا تھا یا شاید اس کے کندھے ہی بیماری سے ڈھلکے ہوئے تھے۔

اریشہ بھی اب بے خوفی سے دوڑ رہی تھی۔ سب کچھ کتنا بدل گیا تھا۔

وہ کتنا دور چلا گیا تھا ان سے۔

اسکی ہدایت کے مطابق اسکا سارا سامان خضر نے گراؤنڈ فلور پر شفٹ کروا دیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا جب بیگم جان کو مسلسل خود کو تکتا پا کر اداسی سے مسکرایا۔ "ایسے کیا دیکھ رہی ہیں بیگم جان"۔

"آپکی آنکھیں احنف" وہ دکھی لہجے میں بولیں۔

"کیا ہوا انھیں" اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"بہت اداس اور ضعیف لگنے لگیں ہیں، اتنا خوبصورت گہرا ابھورا رنگ تھا ان کا۔ اب بے رنگ ہو گئیں ہیں یہ" بتاتے ان کی آنکھیں نم ہوئیں۔

اسکی اداسی میں اذیت گھلی۔ صبح ہی تو اتنے عرصے بعد خود کو آئینے میں دیکھا تھا۔ اسے بھی تو وہ احنف مرزا کہیں دکھائی نا دیا جس کا بول بالا تھا۔ نہ اسکا وہ چہرہ رہا تھا نا وہ حالت۔ اسکی آنکھوں کا رنگ تک دھندلا گیا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیگم جان" اس نے بڑھ کر ان کے ضعیف ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"ٹھیک ہو جائیں گے ہم انشاءاللہ جلد"۔ جانے وہ انھیں تسلی دے رہا تھا یا خود کو۔

"نیا جنم ہوا ہے ہمارا، وہی درد وہی مشکلوں سے لڑنا ہوگا ہمیں دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کیلیئے، لیکن ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اس بار نہ تو آپ کو ناراض کرینگے نا ہی مجھے دوسری بار زندگی بخشنے والے خدا کو"۔احنف نے ان کے ہاتھوں کو چومتے بھرپور یقین دلایا۔

تبھی خضر کمرے میں داخل ہوا"خضر! بیگم جان کو ان کے کمرے میں چھوڑ آئیں پلیز"اس سے پہلے وہ کچھ پوچھتا احنف نے ہی کہہ دیا۔

"آ یئے ماتے"وہ سر خم کرتا ان کی طرف بڑھا۔

"زین اور آپا چلے گئے؟"اس نے پوچھا۔

"جی ابھی باہر چھوڑ کر آرہا ہوں"خضر نے جواب دیا اور بیگم جان کو اٹھنے میں مدد کرنے لگا۔

"بیگم جان کو چھوڑ کر میرا لیپ ٹاپ لے آیئے گا"اس نے پاؤں بستر پر پسارتے کہا۔وہ اثبات میں سر ہلاتے چلا گیا۔

"آرام کریں ڈنر پر ملتے ہیں"بیگم جان نے اس کی ٹانگوں پر کمبل درست کرتے اس کا سر چوما اور خضر کے ساتھ باہر کو بڑھیں۔

وہ اداسی سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ تبھی خضر لیپ ٹاپ لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

"خیر تو ہے بھائی؟ آتے ہی لیپ ٹاپ۔۔۔ آرام کر لیتے"۔

"ہمم سب خیر۔۔۔ اتنے سال آرام ہی تو کیا ہے اب تھوڑا کام کر لیں" اس نے لیپ ٹاپ کھولتے سادگی سے کہا۔ "بینک بیلنس کتنا ہے ہمارے پاس اس وقت؟"۔

"کیوں؟" خضر نے اچھنبے سے پوچھا۔

"خضر" احنف نے خفگی سے اسے دیکھا۔ "سوال نہیں صرف جواب"۔

اس کے کہنے پر خضر برے برے منہ بناتا دروازہ بند کر کے دور پڑی کرسی کھینچ کر اسکے قریب لاتے بیٹھا۔

"آپ کے بینک اور بزنس والا پرافٹ ملا کر کچھ آٹھ لاکھ ہونگے اس وقت ہمارے پاس"۔

"بس" کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے اس نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"ہمم" خضر نے مختصر کہا، باقی وہ خود ہی سمجھ گیا اسکے علاج پر لگے تھے۔

"بھائی نے ہمارے علاج کیلئے پیسے دیے؟" اس نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"ہمم، ماتے کے بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرتے رہے لیکن انھوں نے کبھی یوز نہیں کیے،
بس مرزا صاحب کے پیسے ہی یوز کیے"۔

خضر نے تفصیل سے بتایا تو وہ سمجھنے کے انداز میں سر ہلاتے اسکرین کو دیکھتے کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگا۔

"ٹوٹل کتنا خرچہ ہوا ہمارے علاج کا؟"۔

"سارا خرچہ؟" خضر نے حیرت سے اسے دیکھا "مطلب چار سال پانچ ماہ میں جتنا ہوا؟"۔

"ہاں خضر سارا"۔ ابی نے گھوری دیتے اسے جتایا۔

"وہ تو کافی ہے" خضر نے تمہید باندھی۔

"خضر آپ کو پتہ ہے ناں ہمیں ڈاکٹر نے غصہ کرنے سے منع کیا ہے اور آپ ہمیں جان بوجھ کر زچ کر رہے ہیں"۔ ابی نے نارمل لہجے میں ڈانٹا۔ اسکی نظریں اب بھی اسکرین پر جمی تھیں۔

وہ گلہ کھنکھارتے بولا۔ "یہی کوئی لگ بھگ تیرہ کروڑ"۔ پھر بے چینی سے ٹانگ ہلاتے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا کریں گے ؟"اس کے خاموش رہنے پر وہ بے چینی سے بولا۔

"مرزا صاحب کو ان کے پیسے واپس لوٹائیں گے اور کیا کریں گے "۔وہ نارمل انداز میں بولا۔

"کیسے ؟"خضر نے حیرانی سے منہ کھولتے پوچھا۔

"بٹ کوائن اور اسٹاک بیچ کر "۔اس نے لیپ ٹاپ اسکرین گھما کر اسے دکھائی۔

خضر کی آنکھیں حیرت سے پھٹیں۔

"آپ اسٹاک مارکیٹ میں ہیں ؟آپ کے پاس بٹ کوائن کب آئے ؟"۔

"ہمارے پاس اور بھی بہت کچھ ہے "۔اس نے اسکرین واپس اپنی طرف گھمائی۔"ہماری حالت اس وقت ایسی نہیں تھی کہ کچھ بتا پاتے ورنہ کسی سے احسان لینے کی ضرورت نہیں پڑتی آپ سب کو"۔اس نے سرد آہ بھری۔

"کک۔۔کتنے روپے ہونگے یہ ؟"خضر ابھی بھی شاک میں تھا۔

"تقریبا 3 ملین ڈالرز یا پھر شاید اس سے بھی زیادہ "احنف فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔خضر کا حیرت سے منہ کھلے کا کھلا رہ گیا،وہ چکراتے سر کو تھامے اپنی جگہ سے کھڑا ہوتے گھوما۔

"کیا ہوا؟" احنف ہنستے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

"آپ کے پاس قارون کا خزانہ ہے بھائی"۔ وہ سر تا پا حیرت کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ "یہ سب کیسے ؟ کب کیا آپ نے ؟"۔

"بزنس صرف پڑھتے نہیں بلکہ کرتے بھی ہوتے ہیں۔۔ خضر صاحب"۔ وہ ہنستے ہوئے جتا رہا تھا۔ "ابھی فی الحال ہم دس بٹ کوائن سیل کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب کو ان کا پیسہ واپس بھیجیں اور ہمیں اچھی شاپنگ اور نئی کار دلوائیں"۔

"نہیں بھائی ایسا مت کیجئے گا، اکاؤنٹ کریش ہو جائے گا۔" خضر نے اسکا ارادہ بھانپتے فوراً اسکا ہاتھ پکڑا۔

"ہاہاہا ڈونٹ وری خضر" وہ بے اختیار ہنسا۔ "کچھ نہیں ہو گا، ہمارے پاس فارن اکاؤنٹ ہے شاید آپ بھول گئے ہیں۔"

اس نے یاد دلایا۔ "وہیں سے آہستہ آہستہ پیسہ ٹرانسفر کریں گے۔"

"میں پانی پی کر آتا ہوں۔" خضر چکراتے سر کو تھامے باہر کی جانب بڑھا۔

"پر پانی تو پڑا ہے یہاں۔" احنف نے شرارت بھری آواز دی۔

Clubb of Quality Content

"مجھے برف رکھنی ہے سر پہ۔۔میرا دماغ پھٹ جائے گا۔۔۔میں پاگل ہو جاؤنگا"۔وہ ہاتھ جھلاتے ہوئے کہتے ساتھ باہر کی طرف بڑھ گیا۔

"پاگل"احنف کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت ہو گیا آرام احنف اب تھوڑا کام ہو جائے"۔اس نے خود کلامی کی۔واپس سکرین کی طرف متوجہ ہوا اور ڈیلر ڈھونڈنے لگا۔

****

عالمگیر کی گاڑیاں اسکی بوتیک کے سامنے رکیں۔کمانڈو نے عالمگیر کی طرف کا دروازہ کھولا۔

"آں۔۔ہاں"امراء نے فوراً عالمگیر کا ہاتھ پکڑتے روکا۔عالمگیر نے مڑ کر نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"تم آفس جاؤ میں اکیلے چلی جاؤں گی اندر۔ فکر مت کرو۔"

"لیکن امو۔۔۔" عالمگیر نے فکر مندی سے اسے دیکھا۔

"تم چاہتے ہو میں ساری عمر تمہارا ہاتھ تھام کر چلوں؟" امراء نے اسکی بات کاٹتے شکوہ کیا۔

"ایسا نہیں ہے۔" اس نے سمجھانا چاہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔" امرا نے اسے موقع نہیں دیا۔ "مجھے جب جب تمہاری ضرورت ہو گی میں تمہیں کال کر دوں گی۔"

"پکا؟" عالمگیر نے اسکی ضد کے آگے ہار مانتے ضمانت لی تو اس نے زور و شور سے ہاں میں سر ہلاتے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"ٹھیک ہے پھر میرا ہاتھ چھوڑو گی تو اندر جاؤ گی۔" اس نے کہا تو امرا نے شرمندگی سے فوراً اس کا ہاتھ چھوڑا۔

عالمگیر کا قہقہہ بے ساختہ تھا جس نے اسے مزید شرمندہ کر دیا۔ "بدتمیز۔" کڑھ کر کہتے وہ اپنا سامان اٹھاتے باہر نکل گئی۔ عالمگیر کی ہنسی فوراً تھمی اسے تین سال پہلے والی امراء یاد آ گئی جسے وہ یونیورسٹی چھوڑنے آیا کرتا تھا۔

"وقت کتنی جلدی بیت جاتا ہے۔"اس نے بے اختیار سوچا اور ڈرائیور کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

اسے لگا شاید وہ بوتیک میں داخل بھی نا ہو پائے گی لیکن کارڈ ملنے کی اتنی خوشی تھی اس نے سارا دن گھڑی کو دیکھتے گزارا۔

عالمگیر نے اس کا آفس روم چینج کروادیا تھا۔بوتیک پوری طرح سے بدل چکا تھا۔

باہر سیکیورٹی عملہ تعینات تھا اور سی۔ٹی وی کیمرے عالمگیر کے پی۔سی سے کنیکٹ کر دیے گئے تھے۔

"کیسی ہو انوشہ ؟"اس نے سیکرٹری کو دیکھتے خوشدلی سے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں میم آپ کیسی ہیں ؟"وہ بہت شوخ لہجے والی چہچہاتی سی لڑکی تھی،اسکا موڈ مزید خوشگوار ہو گیا۔"آپ کو پتہ ہے بوتیک پر اتنا اچھا ریسپانس مل رہا ہے۔"

"سچ میں ؟"اس کے بتانے پر وہ حیرت میں گھری۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"جی ہمارے عبایہ، ان کے ڈیزائن، میٹیریل سب کو اتنا زیادہ پسند آرہا۔" اس نے ٹیبلٹ امرا کے سامنے کرتے پچھلے دنوں کی رپورٹ دکھائی، اس کا بس نہیں چل رہا تھا شاید وہ جھوم جھوم کر اسے بتاتی۔ اتنے دنوں کی باتیں اس کے اندر دبی ہوئیں تھیں۔

"یہ تو بہت اچھی شروعات ہے۔" امرا ابھی رپورٹ دیکھتے بے حد حیران تھی۔ "ہم نے جو P.R بھجوائے تھے ان کا کیا ریسپانس آیا؟"

"وہ کولیب ویڈیوز ملین ویوز میں جا رہی ہیں میم۔"

"سچ میں؟" اسے اندازہ نہیں تھا اسکی ایک کوشش اتنی جلدی رنگ لے آئے گی۔ اس نے تو بس ایک بے جان سی کوشش کی تھی۔ اسے اتنی جلدی کامیابی کی امید تو نہ تھی۔

"جی اور ہمارے کافی آرٹیکلز آوٹ آف اسٹاک بھی ہو رہے ہیں۔"

"آؤٹ آف اسٹاک؟" اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا خواب ہے۔ آس پاس دھواں دکھائی دینے لگا۔

"جی یہ عبایہ۔" انوشہ نے ٹیبلٹ پر انگلیاں چلاتے سلائیڈز اوپر نیچے کیں۔ "اور یہ حجاب دوپٹہ، بلڈی ریڈ کلر کا۔" امرا بے جان نظروں سے بس اسکرین کو دیکھے جا رہی تھی، دھواں

بڑھتا جا رہا تھا۔ اس نے بے اختیار پلکیں جھپکیں، آنکھوں میں موجود آنسوؤں کے قطرے ٹوٹ کر ٹیبلٹ کی اسکرین پر گرے۔ انوشہ نے چپ ہوتے ٹھہر کر اسے دیکھا۔

"میم آپ رو رہی ہیں؟"

"نہیں تو۔" اس نے ٹشو باکس سے دو تین ٹشو ایک ساتھ کھینچ کر آنکھیں اور ناک بے دردی سے رگڑ ڈی۔ گلہ کھنکھار کر بولی۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ میں ونڈر سے بات کر کے ری اسٹاک کرواتی ہوں۔" ٹیبلٹ کا کور پلٹ کر بند کرتے اس کی طرف بڑھایا۔ "اپنے ڈیسک پر جاؤ، کام کرو۔"

"جی۔" وہ اداس سا منہ بناتے پلٹ گئی۔ اس کے جاتے ہی اس نے شیشے کی دیواروں پر لگے بلائنڈز بند کیے اور ڈیسک کے کیبن سے جائے نماز نکال کر بے اختیار سجدے میں گرتے رونے لگی۔

"میں اتنے کی حقدار تو نہیں تھی یا خدا جتنا تو نے مجھے عطا کیا ہے۔" وہ بے آواز روتے ہوئے کہے جا رہی تھی۔

عصر ہوتے ہی وہ بوتیک بند کرتے ٹریننگ سینٹر آ پہنچی۔

"ہیلو میم۔۔میں کیا مدد کر سکتی ہوں آپکی؟"ڈیسک پر موجود گہری سرخ رنگ کی لپ اسٹک لگائے ایک حجابی لڑکی جو کہ مغربانہ لباس میں ملبوس تھی اسے خوش آمدید کرنے لگی۔

"ہائے، میری یہاں پر سیلف ڈیفینس ٹریننگ کی بکنگ ہوئی ہے۔۔مجھے بتا سکتی ہیں کس طرف جانا ہے؟"خوشی سے اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔وہ کارڈ کو ڈیسک پر مسلسل بجاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"شیور میم۔۔میں آپ کا کارڈ دیکھ سکتی ہوں؟"اسٹاف گرل نے اسکی خوشی جانچتے ملائم لہجے میں کہا تو اس نے جھینپتے فوراًاسے کارڈ تھمایا۔

"اوہ۔۔اس طرف۔"گولڈن کارڈ دیکھتے اس نے فوراًکہا اور ڈیسک سے باہر نکلتے اسے راستہ دکھانے لگی۔ریکارڈز میں بھی چیک کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

"اوکے تھینک یو۔"اس لڑکی کی بتائی سمت میں آگے بڑھتے وہ بے اختیار مڑی، آنکھوں میں کچھ کھٹکا۔

"ایک سیکنڈ۔۔۔یہ کیا ہے؟"اسٹاف گرل کے عقب میں نمایاں بڑے سے گولڈن رنگ کے کمپنی لوگو کے نیچے بنے دوڑتے ہوئے شیر کی شکل کی طرف اشارہ کرتے پوچھا۔

"یہ۔۔۔"اس نے عقب میں اسکی نظروں کے زاویے میں دیکھتے "یہ "کو قدرے لمبا کھینچتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ دن پہلے ہی یہ ٹریننگ سینٹر کے اونر چینج ہوئے ہیں، یہ انہی کا لوگو ہے۔"اس نے تفصیل بتائی۔

"میر نہیں۔۔۔؟"وہ خود کلامی کرتے دو قدم پیچھے ہٹی۔

"جسٹ آ سیکنڈ۔"وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔

"شیور۔"

وہ معذرت کرتے ایک طرف ہو کر بے چینی سے عالمگیر کو کال ملانے لگی، جسے اس نے ایک ہی سیکنڈ میں اٹھالیا۔

"ہاں امو، بولو۔"وہ ہمہ تن گوش تھا۔

"ٹریننگ سینٹر کس کا ہے؟"

"ہاں؟"وہ نا سمجھی سے بولا۔

"کیا کراچی میں کچھ ایسا ہے جو عالمگیر برفات کی پہنچ سے دور ہو؟"اس نے دانت پیستے پوچھا۔

"ہاہاہاہا۔"اسکی بات سمجھ میں آتے وہ بے اختیار ہنسا یعنی وہ اس وقت ٹریننگ سینٹر میں تھی۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا میں اپنے گھر کی عورتوں پہ کسی کی حکمرانی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"تو کیا پورا کراچی خرید وگے؟"اس کی بات پر وہ بھڑکی۔

"ہاں اگر ضرورت پڑی تو۔۔۔"عالمگیر بھی ڈھٹائی سے بولا۔

"توبہ ہے۔"اسکی ڈھٹائی سے زچ ہوتے اس نے فوراً کال کاٹی۔

"چلیں میم۔۔؟"اسٹاف گرل نے اسے خاموش کھڑے دیکھ پوچھا۔وہ اثبات میں سر ہلاتے اسکے ساتھ چلنے لگی۔

"آپ جانتی ہیں یہاں کے اونر کو؟"اسٹاف گرل نے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔"اس نے مسکرا کر مختصراً کہا اور اپنے ٹریننگ روم میں داخل ہو گئی۔اب وہ ہر کسی کو تلوار کی دھار پر نہیں رکھ سکتی تھی۔عالمگیر پر کڑھتے اس نے کوفت سے سوچا۔

****

لیپ ٹاپ چلاتے چلاتے کب وہ نیند کی آغوش میں چلا گیا اسے پتہ ہی نا چلا۔ صبح سورج کی کرنوں جب چہرے سے ٹکرائی تب اس کی آنکھ کھلی۔ نیند سے پلکیں بھاری ہو رہی تھی۔ اچانک اسے اپنے چہرے کے گرد تیز سانسوں کی گرماہٹ محسوس ہوئی۔اور پھر گال پر ایک لمس۔

وہ بے اختیار خوفزدہ ہوتے اس چیز کو دور دھکیلتے پیچھے ہوا۔وہ بیچارہ کتا بیڈ کے بیچ و بیچ اوندھے منہ گرا دہائیاں دے رہا تھا۔احنف حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھے جا رہا تھا وہ اب بھی اس گھر میں موجود تھا، حیرت ہے۔

"استغفر اللہ۔"احنف نے اپنی حرکت پر شرمندہ ہوتے جلدی سے اسے اٹھا کر گلے لگا یا۔

"ایم سوری بے بی۔"اس کی پشت آہستہ آہستہ سہلا کر چومتے وہ کہہ رہا تھا، خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔

"اوہ۔۔تو یہ یہاں ہے۔" تبھی عدیل ہانپتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔اس کی سانسیں چڑھی ہوئی تھیں شاید اسے ہی ڈھونڈ رہا تھا۔خضر بھی باتھ روم سے تولیے سے سر پونچھتے باہر نکلا۔"بھائیی۔۔۔"احنف کے ہاتھ میں کتے کو دیکھ اس کی روح صلب ہو گئ۔تولیہ ساتھ پڑی کرسی پر پھینکتے جلدی سے اس کے ہاتھوں سے کتے کو لے کر عدیل کو دیا۔

"آپ اسے نہیں اٹھا سکتے ابھی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"وہ پیار بھرے انداز میں ڈانٹ رہا تھا اور احنف حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔

"وہ خود آیا ہے ہمارے پاس ہم نے تھوڑی بلایا۔"احنف نے بیچارگی سے کہا۔خضر نے اسے گھوری دیتے عدیل کو جانے کا اشارہ کیا۔احنف اس کی سرداری پر افسوس سے سر ہلاتے تکیہ کمر کے پیچھے درست کرتے ہوئے بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا۔

خضر بنا کچھ کہے بائیں طرف رکھے زمین پر پڑے قد آور آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ساتھ پڑی ٹیبل سے برش اٹھا کر بالوں میں پھیرنے لگا اور پھر خیال آتے باکس سے چند ٹشو نکال کر احنف کی طرف بڑھا۔

"ویسے اتنے سالوں بعد بھی اس نے ہمیں پہچان کیسے لیا۔"

Clubb of Quality Content

"کچھ لوگوں سے وفاداری چاہ کر بھی نہیں چھوڑی جا سکتی۔" قدرے جھکتے، مصروف انداز میں کہتے، گھورتے ہوئے اس کی شرٹ پر کتے کے نادیدہ بال تلاش کرتے صاف کرنے لگا۔

اس کی بات پر وہ بس منہ بنا کر رہ گیا۔ "ہینڈسم ہو گئے ہیں آپ۔" خضر کا بغور جائزہ لیتے اس نے شرارت سے کہا۔

"مجھ پر لائن مارنے کی بجائے کسی لڑکی پر قسمت آزمائیں۔" خضر نے سنجیدگی سے کہا اور واپس پلٹ کر اپنا کام کرنے لگا۔

وہ اس وقت سفید پینٹ شرٹ کے اوپر نیوی رنگ کا سویٹر پہنے سچ میں کمال لگ رہا تھا۔ اس کے خدوخال نمایاں ہو گئے تھے۔ چہرے پر ہلکی ہلکی بڑھی داڑھی اس کی شخصیت میں مزید نکھار پیدا کر رہی تھی۔

اپنی تیاری مکمل کر کے وہ واپس اس کے پاس آیا اور بیڈ کے نیچے سے چپل نکال کر اس کے قدموں کے پاس رکھی۔ "چلیں فریش ہو جائیں۔"

"اب ایسی بیویوں والی خدمت کریں گے تو کس کمبخت کا دل نہیں آئے گا۔" احنف نے شرارت سے چھیڑا تو وہ افسوس سے سر ہلا کر رہ گیا۔

وہ بظاہر اس سے تنگ ہو رہا تھا مگر اندر ہی اندر ایک سکون اور خوشی پھیل رہی تھی کیونکہ اس احنف کو دیکھے اسے ایک مدت ہو چکی تھی۔وہ ذمہ داریاں سنبھالتے سنبھالتے تھک گیا تھا اب اسے کسی کا سہارا چاہیے تھا جو اسے تھام کر چلے،اگر وہ گرے تو اسے سنبھالنے کے لیے پیچھے موجود ہو۔

"خضر ہم کر سکتے ہیں۔"وہ جو بار بار اس کے ارد گرد گھوم کر چیزیں تھماتے پاگل ہو رہا تھا احنف کی ڈانٹ پر تھما۔

"میری بات سنیں!ابھی کل ہی ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوئے ہیں۔"

"تو؟"اس نے آئینے میں خود کو دیکھتے بالوں میں برش چلاتے بلاتامل کہا۔

"تو تھوڑی پرہیز تو کرنی چاہیے ناں۔"خضر نے کمر پر ہاتھ رکھے دانت پیستے کہا۔

"ہمیں دوسری زندگی ضرور ملی ہے پر ہم ابھی ابھی پیدا نہیں ہوئے ہیں۔۔۔تو بچوں کی طرح ٹریٹ کرنا بند کریں ہمیں۔"برش دکھاتے وارن کیا۔"جائیں گاڑی نکالیں، تھوڑا اسیلون بھی جانا ہے ہمیں۔"اس نے بڑھی شیو پر ہاتھ پھیرتے آئینے میں دیکھا۔"اور شاپنگ بھی کریں گے۔"پرفیوم اسپرے کرتے حکم دیا۔

Clubb of Quality Content

"اور ناشتہ ؟"خضر نے آنکھیں سیکڑے اسے دیکھا۔

"باہر کھائیں گے۔"

"پر۔۔۔"

"زین سے ہم نے کہا تھا گاڑی بھجوا دیں، بھجوائی انھوں نے۔"اس نے بحث کرنی چاہی مگر احنف نے ٹوک دیا۔

"ہمم، صبح یونی جاتے تبدیل کر گیا تھا گاڑی۔"خضر نے ناراض لہجے میں کہا۔

"چلیں پھر دیر کس بات کی۔"خضر کے کندھے کے گرد بایاں بازو مائل کرتے تقریباً دھکیلتے ہوئے اسے کمرے سے باہر لے آیا۔دونوں دبے پاؤں نوشاد بیگم سے چھپ کر باہر کی طرف بڑھے۔

"ابی۔" تبھی عقب سے آتی گھمبیر مردانہ آواز نے ان کے قدم زنجیر کیے۔یہ آواز کبھی اس کا مرہم تھی اس کا سارا جہاں۔لیکن اس کا وہ جہاں تو ایک رات میں برباد ہو گیا۔یوں جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔اب کیوں یہ راکھ اڑی۔دفن کیے ہوئے کو بھلا کون پکارتا ہے۔اس نے اذیت سے سوچتے آنکھیں میچیں۔

خضر نے بے اختیار گردن گھما کر احنف کو دیکھا۔ احنف کا خضر کے کندھے پر رکھا بازو پھسلا، دانت ایک دوسرے پر جمے۔

"گاڑی نکالیں ہم آتے ہیں۔" سرگوشی سے کہا۔ وہ سمجھتے اثبات میں سر ہلائے باہر کو بڑھ گیا۔ اسے یہ سفر طے کرنا تھا۔

لیکن پلٹنے والے تو نمک کے مجسمے بن جاتے ہیں ناں۔ اسے نمک کا مجسمہ نہیں بننا تھا مگر وہ اس کے احسانوں کے بوجھ تلے دبا تھا۔ یہ زندگی اس نے خود پر احسان کرنے والوں کے نام وقف کی تھی۔ وہ اپنے وعدے سے پلٹ نہیں سکتا تھا۔

جب وہ نہیں پلٹا تو زاویار نے دوبارہ پکارا۔ "کیسے ہو؟"

اس نے زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر طاری کی اور پلٹ کر اسے دیکھا۔ "زندہ ہوں۔" نرم لہجے میں کہا مگر یہ بات زاویار کے سینے میں تیر کی طرح چبھی۔

"اگر وہ زندہ بچ جائے تو خدا کا شکر ادا کیجیۓ گا اگر نہیں تو مجھے کال کر دیجیۓ گا دفنانے آ جاؤں گا۔" زاویار کو خود کے کہے الفاظ یاد آئے۔ وہ زخمی سا مسکرایا۔ احنف نے دیکھا زاویار کے بال سفید ہونا شروع ہو گئے تھے۔ وہ اس وقت براؤن تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا شاید آفس

جانے کے لیے تیار ہوا تھا مگر سوٹ کے باوجود اس کے کندھے ڈھلکے ہوئے لگ رہے تھے۔

کیا اس پر ذمہ داریوں کا اتنا بوجھ آن پڑا تھا کہ اس نے اپنا آپ کھو دیا؟

"خدا سلامت رکھے۔" وہ کہہ کر وہیں سے پلٹ گیا۔

نا گلے لگایا نا پوچھا اس نے اتنے سال کیسے گزارے کس اذیت میں رہا وہ۔ نا کہا کہ اس سے غلطی ہو گئی۔ نا کہا کہ اس کی یاد آتی تھی اسے۔

احنف کی آنکھوں میں گرم سیال بھرنے لگا۔ بھائی کتنے بھی بڑے ہو جائیں باپ نہیں بن سکتے۔ باپ کتنا بھی برا ہو باپ، باپ ہوتا ہے۔

وہ لب بھینچے اسے سیڑھیاں چڑھتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے منظر سے غائب ہونے تک احنف کی نظروں نے اس کا پیچھا کیا۔

"آپ کو پلٹ کر نہیں آنا چاہیے تھا مرزا صاحب" اس نے تکلیف سے دل میں سوچا۔ پھر سر جھٹک کر گیلی سانس کھینچتے وہ باہر کو چلا گیا۔

اسے رہ رہ کر ماضی یاد آ رہا تھا کس طرح وہ ان کی ماں کو چھوڑ کر کسی اور عورت سے شادی کر کے چلے گئے تھے۔ آخر کیا کمی تھی بیگم جان میں؟ رہ رہ کر اسے یہ سوال ستاتا۔ پر شاید مرد کی

فطرت ایسی ہے کب کہاں بدل جائے پتہ نہیں چلتا۔وہ تو چلے گئے پر اپنے ساتھ احنف کا رشتوں پر سے اعتماد بھی اپنے ساتھ لے گئے۔وہ ہر وقت لوگوں کے چھوڑ جانے کے ڈر میں مبتلا رہتا۔اس نے ہمیشہ اپنے باپ سے نفرت ہی کی تھی۔تو پھر اب کیوں انھوں نے پلٹ کر اسکی سانسوں پر اپنے احسان کو قرض رکھ دیا تھا۔

زاویار نے ریلنگ کی اوٹ سے نیچے دیکھا۔احنف دروازے سے باہر جارہا تھا۔اس کے چہرے پر ڈھیروں ملال اور پچھتاؤوں کے سائے آن ٹھہرے۔

وہ تو اس کے ہاتھ کا چھایا ہوا کرتا تھا۔وہ کیسے اتنا پتھر دل ہو گیا کہ اس نے اسے موت کے منہ میں بے سہارا مرنے کے لیے چھوڑ دیا۔۔۔!

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے؟"خضر نے اس کا اترا چہرہ دیکھتے پوچھا۔

"ہمم۔۔ٹھیک ہیں ہم۔"وہ زبردستی مسکرایا۔

"پہلے کہاں چلیں؟"خضر نے گاڑی اسٹارٹ کرتے پوچھا۔

Clubb of Quality Content

"گاڑی دیکھنے چلیں واپسی میں ابرار سے سوٹ پک کر لیں گے، آپ انھیں میسیج کر دیجئے گا۔"احنف نے آنکھوں کی سرخی کو چھپانے کیلیئے سن گلاسز لگائے اور چہرے کی جھریوں کو چھپانے کیلیئے بلیک ماسک پہنا۔

خضر نے اسکی ہدایت پر عمل کیا۔ گاڑی چلائی اور سیدھا شوروم کے سامنے پارک کی۔

"کونسی گاڑی لینے والے ہیں؟"گاڑی سے نکل کر لاک کرتے خضر نے شوخی سے پوچھا۔

"اندر جا کر دیکھتے ہیں۔"احنف نے آس پاس کا جائزہ لیتے کہا۔

"کراچی بدل گیا لیکن شوروم کا فرنٹ ڈسپلے نہیں بدلا۔ وہی ایک ویگو ڈالا اور ایک ہینو ٹرک۔"احنف کی بات پر خضر بے اختیار ہنسا۔

"آپ دل چھوٹا کیوں کرتے ہیں۔ اصل مال تو شوروم کے پیچھے ہوتا ہے ناں۔"آنکھ دبا کر شرارت سے کہا۔

دونوں ایک چیکنگ کروا کر شوروم کے مینیجر سے کچھ دیر بات کرنے کے بعد عقب کے دروازے سے وئیر ہاؤس میں داخل ہوئے جہاں نئے ماڈل کی تمتماتی گاڑیاں آنکھیں خیرہ کر رہی تھیں۔

"واؤ۔" خضر کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"کونسی لینی ہے آپ نے؟ جائیں ہاتھ رکھیں۔" احنف نے اسکی خوشی دیکھتے خوشدلی سے کہا۔

"جو آپ لیں وہی میری ہو گی۔ جو آپکا ہے وہ میرا۔" خضر نے محبوباوں کی طرح ناز سے کہا۔

احنف افسوس سے سر ہلاتا دائیں بائیں اطراف میں لگی گاڑیوں کے درمیان چلنے لگا۔

"کونسی لیں گے، رینج روور، فورچونر، ایس یو وی؟" مینیجر چلتے ہوئے گاڑیوں کی طرف اشارہ کرتے پوچھ رہا تھا۔

"بھائی میں تو کہتا ہوں ویگو ڈالا ہی لے لیتے ہیں۔ آگے ہم پیچھے گارڈ۔" خضر کی بات پر احنف نے گھوری دی۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے ارد گرد دیکھتے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

"یہاں تو کچھ بھی۔۔۔" پھر ایک گاڑی پر نظر ٹھہر گئی۔

"وہ چاہیے ہمیں۔" احنف نے ہاتھ لمبا کر کے اشارہ کیا۔

خضر نے آنکھیں چھوٹی کر کے ویئر ہاؤس کے کونے میں دیکھا جہاں نیم اندھیرا تھا پھر اچانک لائٹ جلی اور بلیک جی۔ ویگن آنکھوں کے سامنے نمایاں ہوئی۔

"یہ ؟" خضر اچھنبے سے اچھلا۔ "بھائی یہ بالکل بھی کمفرٹیبل کار نہیں ہے آپ کے لیے۔" خضر نے فوراً کہا مگر اس نے نہیں سنا۔

"ہمیں یہی چاہیے۔" مینیجر کو اشارہ کرتے کہا۔

"ٹیسٹ ڈرائیو کریں گے آپ ؟" اسکے ہاتھ میں مختلف چابیاں تھیں ان میں سے ایک بلیک ریمورڈ کی احنف کی طرف بڑھائی۔

"نہیں ضرورت نہیں، پیپرز ریڈی کروائیں ہمیں دیر ہو رہی۔"

اس نے کلائی گھما کر گھڑی پر ٹائم دیکھتے کہا۔ وہ سر خم کرتا حیرت سے منہ کھولے کھڑے خضر پر نظر ڈالے واپس آفس میں چلا گیا۔

"میں یہ گاڑی نہیں چلاؤں گا۔" وہ سن گلاسز چڑھا کر مڑنے لگا تو خضر نے غصے سے پکارا۔

"ہم نے تو پہلے ہی کہا تھا آپ کو جو پسند ہے آپ وہ خرید لیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" اس نے مسکرا کر کہتے ماسک لگایا۔

Clubb of Quality Content

"بھائییی۔۔۔"اس نے باقاعدہ بچوں کی طرح پاؤں زمین پر مارا۔"یہ گاڑی کمفرٹیبل نہیں یار اور آپکے لیے تو بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے۔"زچ لہجے میں کہہ رہا تھا مگر وہ اگنور کرتا آفس کی جانب بڑھ گیا۔

"گاڑی چلائیں گے یا کسی اور کو بلوائیں؟"احنف نے ہنسی دباتے ریموٹ کی اسکی طرف بڑھاتے اسکے غصے سے سرخ چہرے کو دیکھتے پوچھا۔

پیپر ورک کروا کر زین کی گاڑی گارڈ کو دے کر واپس بھجوائی اور خود اپنی نئی سواری پر سیلون چل دیے۔

واپسی پر ابرار سے نئے سوٹ اٹھائے اور خضر کا آفس دیکھنے چل دیے۔

طارق روڈ پہنچ کر اس نے تین منزلہ قدیم عمارت کے سامنے گاڑی پارک کی جس کا نیم بورڈ تک زنگ سے سڑ چکا تھا۔"متین سینٹر۔"بہت غور کرنے کے بعد پڑھا گیا۔

احنف گاڑی سے اتر کر ہونکوں کی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔

"تھرڈ فلور پر ہے آفس۔"خضر نے انگلی میں چابی گھماتے اوپر کی طرف اشارہ کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احنف نے بمشکل اس جانب دیکھا کیونکہ اسکی گردن اب اونچا دیکھنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ وہ شاپنگ کرتے عورتوں مردوں کے رش کو چیرتے ہوئے ایک خستہ حال لفٹ کے سامنے رکے۔

"ماشاءاللہ اس میں لفٹ بھی ہے۔" یہ پہلا طعنہ تھا جو احنف نے مارا تھا۔

"بالکل، آپ نے کیا سمجھ رکھا ہے ہماری بلڈنگ کو؟" خضر نے لاپرواہی سے ناک سے مکھی اڑائی۔

کلمہ پڑھتے اوپر تک پہنچے۔ لفٹ ایک لمبی بالکونی نما کوریڈور کے سامنے رکی۔ دو دروازے چھوڑ کر خضر ناک کرتے ایک شیشے کے دروازے کو دھکیل کر اندر داخل ہوا اور پھر دروازے کو پکڑ کر اسے اندر داخل ہونے کی راہ دی۔

احنف سانس روکے وہاں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس وقت کمرے میں تین ایمپلائی تھے جو مختلف ڈیسک پر بیٹھے کام کر رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر ادب سے کھڑے ہوئے۔

خضر نے آگے بڑھ کر مزید لائٹس آن کی تو اس کمرے میں دائیں اور سامنے دو دروازے دکھے۔

"اس طرف وئیر ہاؤس ہے اور سامنے میرا آفس۔" خضر نے اسکی نظروں کو بھانپتے فوراً بتایا۔

"یہ زینب ہیں، ہماری ڈیزائنر۔" اس نے سب سے پہلی ایمپلائی کا تعارف کروایا جس کی ٹیبل پر اسکیچز اور ایک لیپ ٹاپ دھرا تھا۔ احنف نے سر خم کر کے سلام کا جواب دیا۔

"یہ اطہر ہیں، پارسل ڈسپیچ کروانا ان کا کام ہے۔"

اس کے ساتھ موجود لڑکے کی طرف اشارہ کیا جس کے ڈیسک پر کھلے ہوئے پارسل کا انبار رکھا تھا جن پر ایڈریس لگا کر بند کرنا تھا۔

"اور یہ عظیم ہے، یہ آرڈر کلیٹ کرتے ہیں۔"

ان سے دور پی سی سامنے رکھے قدرے پکی عمر کے آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ احنف نے سب کو سر خم کر کے جواب دیا۔ منہ سے کچھ نہیں کہا۔

"بس یہی ہے ہمارا چھوٹا سا آفس۔" خضر نے کندھے اچکاتے کہا۔

"مارکیٹنگ مینیجر نہیں ہے؟" احنف نے پہلا سوال کیا۔

"میں کر لیتا ہوں وہ تو۔" خضر نے لاپرواہی سے کہا۔

"اور کونٹینٹ کری ایٹر؟"اس نے نظر گھما کر سب کو دیکھا۔

"وہ ہم سب مل کے کر لیتے۔"خضر نے کھسیانی ہنسی ہنستے کہا۔

"پروڈکٹس کے لیے ماڈل تو چاہیے ہوتا اور یہ سب سنبھالنے کیلئے مینیجر؟"احنف نے آخری امید سے پوچھا۔

"ہم سب مل کر ہینڈل کر لیتے ہیں بھائی، گزارا ہو جاتا ہے۔"خضر کے لہجے میں تھوڑی شرمندگی گھلی۔احنف نے ناقابل یقین نظروں سے اسے دیکھا۔

"اندر آئیں۔"وہ اسے بلاتے آفس میں چلا گیا۔خضر نے گردن کٹنے کا اشارہ کرتے انھیں واپس کام پر لگنے کا کہا اور خود اس کے پیچھے چل دیا۔

"کیا ہوا بھائی؟"دروازہ بند کر کے اس کے روبرو ہوتے پوچھا۔

احنف نے عجلت سے اسے دیکھا۔"خضر، مذاق کر رہے ہیں یا بزنس؟"

خضر کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی۔"کیوں کیا ہوا؟"وہ ناسمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا آخر کیا ہو گیا تھا ان چند لمحوں میں۔۔

Clubb of Quality Content

"کوئی ڈھنگ کا ایمپلائی نہیں ہے آپ کے پاس۔ کوئی پروفیشنل ٹیم نہیں۔ اسے آپ آفس کہتے ہیں۔۔۔۔ مرغیوں کا ڈربہ ہے یہ" احنف نے خفگی سے کہتے کالر کو گردن سے قدرے دور کر کے سانس لینے کی کوشش کی مگر خضر کے اندر جیسے کچھ ٹوٹا تھا۔ اُس کا بھروسہ شاید۔۔ وہ شاک سا اسے دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں ٹوٹے حوصلے کی کرچیاں چبھنے لگیں۔ کم از کم احنف سے اس بات کی اسے امید نہ تھی۔

"فوراً کوئی اچھی جگہ دیکھیں اور آفس شفٹ کریں" اس کی طرف دیکھے بغیر وہ عجلت میں کہہ رہا تھا۔

"اسے آفس کیسے کہہ سکتے ہیں آپ؟ آخر کیسے کیا آپ نے آج تک کاروبار؟"

"بھائی، اسمال بزنس ایسے ہی ہوتے ہیں۔" خضر نے بہت حوصلے سے اسے جواب دیا۔ یہ پہلی بار تھا جب احنف نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر اذیت گھلی ہوئی تھی۔

"ایک کمرے سے شروع ہو کر ہی بلڈنگ بنتی ہے۔ میں ایک سے تین پر آگیا ہوں۔ بلڈنگ پر بھی آجاؤں گا جلد" وہ اپنے حوصلوں کو مجتمع کرتے بول رہا تھا۔ احنف پشیماں ہو رہا تھا لیکن وہ اسے یہاں سے نکالنا چاہتا تھا۔

"دو سالوں کی ترقی ہے آپ کی؟ ایک سے تین! بلڈنگ بناتے تو پچاس سال کا عرصہ درکار ہوگا آپ کو؟" وہ نا چاہتے ہوئے بھی اسے بری طرح سے توڑ رہا تھا۔

"بھائی، جیسا بھی ہے، جو بھی ہے، مجھے اپنا یہ آفس، یہ بزنس عزیز ہے کیونکہ یہ میرا ہے، صرف میرا۔۔۔" ہچکی ابھری تو اس کا تسلسل ٹوٹا، وہ کترا کر باہر نکل گیا۔ عقب میں کھڑے زین نے افسوس سے احنف کو دیکھا۔

"ماموں، آپ کو کچھ پتہ بھی ہے؟ آپ کیسے اتنی غیر حساسیت بھری بات کر سکتے ہیں؟" زین نالاں سا کہہ رہا تھا اور وہ حیرانگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جو کل اس سے لڑتا تھا، آج اس کے لیے لڑ رہا تھا۔

"کچھ نہیں جانتے ہیں آپ اس کاروبار، ان کی کاوشوں کے بارے میں۔ زاویار ماموں نے ایک روپے کی مدد نہیں کی۔ خضر ماموں ہی تھے جو آپ کے علاج کے لیے پیسے اکٹھے کرنے میں یہاں وہاں بولائے پھرتے رہتے تھے۔ کبھی یہ کام کیا، کبھی اور کام۔ ہاسپٹل میں آپ کو دیکھنا، نانی کو سنبھالنا، آپ کو لگتا ہے یہ اتنا آسان تھا؟" وہ بولنے پر آیا تو بولتا چلا گیا۔ احنف گلٹ کی گہرائیوں میں خود کو ڈوبتا ہوا پا رہا تھا۔

"کچھ نہیں جانتے ہیں آپ ماموں۔میں نے دیکھا ہے انھیں صبح شام مشین کی طرح کام کرتے۔کئی بار تو وہ کھانا کھانا بھول جاتے۔پورے دن بھوکے رہ کر بس اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں مصروف رہتے۔سونے کے لیے آرام دہ بستر تک میسر نہیں ہوتا تھا انھیں۔آپ کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو جاتے۔اسی لیے میں ان سے ضد کر کے وہاں بیٹھتا تا کہ وہ بستر پر جا کر سو سکیں۔میں تنگ کرتا ہوں انھیں تا کہ وہ اس وقت ذمہ داری سے ہٹ جائیں۔مگر آپ۔۔۔"زین نے ملامت سے اسے دیکھا"آپ نے تو آج چند لمحوں میں ان کی سالوں کی خدمت کو خاک کر کے انھیں ان کی اوقات دکھا دی۔"

"زین"اس کی بات پر قدرے خفا ہوا۔"پاگل ہو گئے ہیں کیا آپ؟ہم ایسا کیوں کریں گے؟ ہم بس انھیں یہاں نہیں دیکھ سکتے۔۔ہماری نظر میں ان کا مقام،ان کی جگہ بہت اونچی،بہت اچھی جگہ پر ہے اور یہ جگہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔"مگر زین اس کی باتوں سے اکتفا نہیں کر پایا۔وہ ملامت سے اسے دیکھتا خضر کے پیچھے گیا۔احنف نے پشیمانی سے بالوں میں انگلیاں چلائیں اور آفس سے باہر آیا۔اسٹاف میمبرز بھی ملامتی اور خفا نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔"توبہ ہے"وہ کوفت سے خود کلامی کرتا ان دونوں کے پیچھے چل دیا۔

ہمیں انھیں نہیں روٹھانا چاہیے جو ہمیں جاں سے عزیز رکھتے ہیں۔اگر کبھی غلطی سے انھیں تکلیف پہنچا بھی دیں، فوراً منا لینا چاہیے کیونکہ کچھ شاموں کی رات اتنی طویل ہو جاتی ہے کہ اندھیرا چھٹتے چھٹتے انسان تھک جاتا ہے۔پھر تو انسان یا قبر میں ملتا ہے یا یادوں کی قید میں۔

بالکونی سے انھیں تیزی سے بلڈنگ سے دور جاتا دیکھا۔خضر کافی آگے چل رہا تھا، زین بھاگتے ہوئے اس تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔احنف نفی میں سر ہلاتے جلدی سے نیچے اتر کر گاڑی میں بیٹھتے ان کے پیچھے چل دیا۔

چند منٹ کی ڈرائیو کر کے وہ ان سے جا ملا تھا۔اسے ڈرائیونگ کرتے دیکھ پہلے تو خضر کا دل بیٹھا۔پھر منہ بسور کر چلتا رہا۔آخر کو ناراضگی بھی تو دکھانی تھی۔

"خضر" احنف نے شرمندہ لہجے میں اسے پکارا۔

"ایم سوری! ہمارا آپ کو تکلیف دینے کا بالکل بھی ارادہ نہیں تھا" وہ ساتھ ساتھ دھیرے سے گاڑی چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا لیکن خضر غصے سے چلے جا رہا تھا۔اس کی دائیں طرف زین ساتھ چل رہا تھا اور بائیں طرف احنف گاڑی میں۔

"خضر، ہم زیادہ دیر گاڑی نہیں چلا سکتے اور نہ ہی بول سکتے ہیں" احنف نے ہار مانتے گاڑی روکی کھانستے ہوئے مٹھی بنا کر لبوں کے سامنے کی۔ خضر وہیں رک گیا اور فکر مندی سے اس کے پاس آیا۔ "آپ سے کس نے کہا پیچھے آنے کو؟" وہ فکر مندی سے اسے ڈانٹ لگا رہا تھا۔

احنف نے کھانستے دوسری سیٹ پر سرکتے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"زین! پانی لے کر آؤ" خضر نے پریشانی سے کہتے ساتھ والی دکان کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

زین جلدی سے پانی لینے بھاگا۔

خضر گاڑی کا دروازہ کھولتے اندر بیٹھا اور ڈیش بورڈ میں پانی کی بوتل ڈھونڈنے لگا۔

"ایم سوری" احنف نے اس کا حرکت کرتا ہاتھ تھاما۔ وہ بالکل ٹھیک تھا۔ کھانسنا بھی بند ہو چکا تھا۔ خضر نے حیرت سے چہرہ گھما کر اسے دیکھا تو وہ دلکشی سے مسکرا رہا تھا۔

"حد ہے اللہ کی قسم" وہ غصے سے جھنجھلاتے پیچھے ہوا اور گاڑی کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ جو کہ احنف چابی اپنے پاس ضبط کیے پہلے ہی لاک کر چکا تھا۔

"معافی مانگ رہے ہیں ناں ہم" اب کی بار اس نے بھی ڈانٹا "ہم نے غلطی کی ہے تو ہمیں سزا دیں۔ یہ کیا محبوباؤں والے نخرے ہیں؟" تب تک ہانپتے ہوئے زین ہاتھ میں پانی کی بوتلیں

لے کر آ چکا تھا۔ خضر نے منہ بسورتے اسے پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ حیرت سے سیاہ شیشوں سے بمشکل دیکھتے احنف کے دروازے کا لاک کھولنے پر پیچھے براجمان ہوا اور تھوڑا آگے ہو کر بغور دونوں کو دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا؟ گاڑی میں پانی تھا کیا؟" وہ معصومیت سے پوچھ رہا تھا اور احنف کی ہنسی نکل گئی۔ وہ حیرانگی سے تیز سانسوں کو بحال کرتے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ڈرامے بازی کے لیے پانی کی ضرورت نہیں پڑتی" خضر نے منہ بسور کر کہتے تقریباً چھیننے والے انداز سے احنف کے ہاتھ سے چابی لی اور گاڑی اسٹارٹ کی۔ زین نے برا منہ بناتے افسوس سے ماموں کو دیکھا اور پیچھے ہو کر خود بھی پانی پینے لگا۔

"ہم نے ویسے سوچا تھا ہم رئیل اسٹیٹ میں جائیں گے" گاڑی گھر کی طرف رواں دواں تھی۔ احنف ڈوبی سوچ میں کہہ رہا تھا۔ خضر نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر روڈ پر نظریں جما دیں۔

"ہمارے لیے ایڈوائزر اور اسٹیٹس کا پتہ کروا دیں گے آپ؟" وہ سنجیدگی سے خضر کو دیکھتے پوچھ رہا تھا۔ خضر نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"آپ کو ابھی آرام کرنا چاہیے ماموں" زین نے منہ بسورتے کہا۔

"اتنے سال ہم نے آرام ہی کیا ہے۔۔۔اب کام کرنا ہے" وہ اپنے ارادوں پر مضبوطی سے جما ہوا تھا۔"

خضر! جواب نہیں دیا آپ نے؟"

"جی ٹھیک ہے، میں پتہ کروا دوں گا" اس کے لہجے میں ناراضگی جھلک رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، تب تک آپ کا کام ہم دیکھ لیں گے" اس نے خود سے ہی طے کیا۔زین نے اچھنبے سے آگے ہو کر احنف کو دیکھا۔"کیا ہے؟" احنف نے ڈانٹ لگائی۔

"جی نہیں، شکریہ، آپ کو اس ڈربے میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔میں خود ہی دیکھ لوں گا" خضر نے قطعی طور پر منع کیا۔

"یا پھر زین دیکھ لے گا" احنف نے ایک اور حل پیش کیا۔خضر نے ناراض نظروں سے اسے دیکھا تو وہ بتیسی دکھاتے مسکرادیا۔

"ہمیں پرانی فیکٹریوں کا پتہ کر کے دیجیے گا" اب وہ مزید سمجھا رہا تھا۔زین پیچھے ہو کر بیٹھتے موبائل نکال کر اپنا کام کرنے لگا۔"اور ہاں، مجھے اپنے آفس کے لیے بھی جگہ چاہیے

ہو گی۔۔ایک لانگ روم شاید" وہ سوچتے ہوئے تفصیل بتاتے سمجھا رہا تھااور خضر گہری سانس لیتے سمجھتے ہوئے بس گاڑی چلا رہا تھا۔

حاکم سے غلام کبھی جیت سکا ہے بھلا۔۔

****

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

سر شوکت کا ٹرانسفر کروادیا گیا تھا۔نئے ٹیچر کی آمد بھی ہو گئی تھی لیکن پراجیکٹ کینسل نہیں ہوا تھا۔سب پراجیکٹ پر کام کر رہے تھے سوائے حنام کے، کیونکہ وہ تو حنام برفات تھی وہ کام کرتی نہیں کرواتی تھی۔وقت کو اس کیلئے بدلنا ہوتا تھا کیونکہ وہ وقت کے پیچھے بھاگتی نہیں تھی اسے خرید لیا کرتی تھی۔

"حنام ایک کام۔۔۔۔ صرف ایک کام دیا تھا تمہیں۔" منڈے آچکا تھا۔ پراجیکٹ ریڈی تھا سوائے پرنٹس کے جو کہ حنام نے نکلوانے تھے۔ زین بری طرح سے اس پر برس رہا تھا۔

"جب تم نے کچھ کرنا نہیں ہوتا تو آتی کیوں ہو یونی؟ گھر میں بیٹھو۔ تمہارے ڈیڈ تمہیں ڈگری خرید کر لادیں گے۔" زین بولنے پہ آیا تو بولتا چلا گیا۔

"زین۔" حنام نے برہمی سے ٹوکا۔ "مجھے جو بولنا ہے بولو۔ میرے ڈیڈ پر مت جانا۔" اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔ چہرے پر بلا کی سختی تھی۔

"ابھی آجائیں گے تمہارے پرنٹس۔" اس نے غصے سے کانپتے ہاتھوں سے موبائل نکال کر کال ملائی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔" زین نے بڑھ کر موبائل لیتے کال کٹ کی۔ "میں تمہیں گروپ سے نکالتا ہوں۔" زین نے ایک جھٹکے سے اسے موبائل تھماتے اعلان کیا تو وہ ایک قدم پیچھے ہٹی۔

حنام کی آنکھیں گرم پانی سے بھرنے لگیں۔ "مجھ سے اس لہجے میں بات کرنے کی کبھی کسی کی جرأت نہیں ہوئی۔" کہتے اس نے ارد گرد سے گزرتے اسٹوڈنٹس کو دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تو عادت ڈال لو۔" زین بنا کسی کی پرواہ کیے بولا۔" اگر تمہارے سامنے نہیں جھکوں گا میں تو کیا کرو گی؟ مجھے بھی شوکت سر کی طرح ٹرانسفر کروا دو گی یا غائب؟" اس کی نم آنکھوں میں جھانکتے بنا کسی احساس کے بولا۔ دل اور ضمیر اسے اندر سے دبوچ رہا تھا مگر وہ بضد اس کی آنکھوں میں دیکھتے سفاکی سے بولتا چلا گیا۔

حنام کپکپاتے ہاتھوں سے لب بھینچے بس اسے دیکھے جا رہی تھی۔ نہ وہ اسے کوئی نقصان پہنچا سکتی تھی نا ہی پہنچنے دے سکتی تھی۔

"حنام پرنٹس۔" تبھی ارم ہانپتے ہوئے پرنٹ شدہ کاغذ لیے ان کے پاس پہنچی۔ حنام نے گیلی سانس کھینچتے اس سے کاغذ لے کر زین کے سینے پر مارے۔" یہ رہے
تمہارے۔۔۔۔ پرنٹس۔" اس کی آواز میں ہچکی ابھری، زین مبہوت ہوا، سانسوں کی روانی دھیمی ہوئی۔

"تم کیا مجھے نکالو گے؟ میں خود چھوڑ رہی ہوں یہ پراجیکٹ اور یہ میجر بھی۔" آنسو نکل کر اس کے گلابی گالوں پر پھسلے۔ بیگ سے ٹشو نکال کر آنکھوں کے کنارے پونچھتے وہ ارم کے ساتھ اس سے دور چلی گئی۔ کاغذ زمین پر گر گئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے گھوم کر اسے دیکھا۔ وہ روتے ہوئے تیزی سے چلتی لفٹ میں سوار ہو رہی تھی۔ اس کی طرف پشت کیے، ٹشو چہرے پر رکھے روتے ہوئے۔ ارم نے لفٹ کا بٹن پریس کیا دروازے بند ہو گئے اور وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"چلیں؟" عقیل جو کب سے تماشائی بنا کھڑا تھا، گھڑی پر ٹائم دیکھتے بولا۔ "لیٹ ہو رہے ہیں پراجیکٹ پریزینٹیشن کیلئے۔"

"ہمم۔" اس نے گہری سانس لے کر ہامی بھری۔ جھک کر کاغذ اٹھائے اور کلاس کی طرف بڑھ گئے۔

کلاس کے بعد اس نے حنام کو ڈھونڈنے کیلئے ٹیرس کا رخ کیا۔ اقراء یونیورسٹی تیرہ منزلہ تھی، چھت پر کیفے اور کینٹین تھی۔ ٹیرس مختلف اسٹوڈنٹس سے بھری ہوئی تھی مگر ان میں حنام کہیں بھی نہیں تھی۔

"سنو۔" عقب سے آواز آئی، اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک تقریباً اکیس سالہ لڑکا تھا جو اسکیچ بک سامنے رکھے، مختلف اسکیچز ٹیبل پر پھیلائے، دائیں ہاتھ میں پنسل پکڑے اسے بلا رہا تھا۔

"کون؟ میں؟" زین نے اپنے سینے پر انگلی رکھی۔

"ہاں تم۔۔زین ہو نا؟"اس نے بے تکلفی سے پوچھا۔

"ہاں میں زین ہوں، مگر تم کون ہو اور مجھے کیسے جانتے ہو؟"اسے اچنبھا ہوا، وہ چند قدم آگے بڑھ کر اس کے قریب ہوا۔

"دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے نا۔ تو سمجھو میں تمہارا دوست ہوں۔"اس نے عینک ٹھیک کرتے بتیسی نکالے کہا۔

"دشمن؟"زین الجھا۔

"حنام برفات۔"اس نے کاغذ ادھر اُدھر کرتے ایک اسکیچ اٹھا کر دکھایا۔"یہی ہے نا؟"وہ پوچھ رہا تھا اور زین کو وہ مشکوک ساذہنی مریض لگا۔

"ایک بار میں نے اس کا کام نہیں کیا تھا۔ میرا پورا سیمسٹر ضائع کروا دیا اس نے۔ اب میں جتنی بار بھی اپلائے کرتا ہوں۔ مجھے ریجیکٹ کر دیتے ہیں یونیورسٹی والے۔"اسے صدمہ لگا تھا شاید، زین یہی اخذ کر سکا۔

"تم نے اس کا چہرہ دیکھا؟"اب وہ اسکیچ کے ارد گرد پنسل گھماتے اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔"اس کی ناک کتنی بھدی اور لمبی ہے نا؟"بتاتے ہوئے وہ جنونی سا ہنسا۔

تبھی وہاں حنام چلی آئی۔اس نے ایک نظر زین کو، دوسری اسکیچ پر ڈالی۔ایک جھٹکے سے اس لڑکے کے ہاتھ سے اسکیچ لیا۔

"کیا ہے یہ؟"ایک نظر دیکھ کر اس نے زین سے سوال کیا۔

"میرا نہیں ہے، یہ اس کا ہے۔"زین نے نرمی سے کہا۔

"جھوٹ کیوں بول رہے ہو؟ تم ہی نے تو بنوایا ہے مجھ سے ابھی۔"اس لڑکے نے سنجیدگی سے کہا۔اس کا وہ پاگل پن، جنونیت ایک جھٹکے میں کہیں غائب ہو گیا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"زین غصے سے بھڑکا۔"ابھی تم ہی تو کہہ رہے تھے، حنام کی ناک اتنی بھدی اور لمبی ہے۔"اس نے لڑکے کی بات دہرائی اور پھر لب بھینچے حنام کو دیکھا۔شاید اسے یہ نہیں کہنا چاہیے تھا۔حنام کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا۔

"میں نے تو نہیں کہا۔"لڑکے نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔وہ بے یقینی سے زین کو دیکھ رہی تھی جو مسلسل نفی میں سر ہلا رہا تھا۔"یہی بتا رہا تھا ایسے ایسے تمہارا اسکیچ بناؤں اور پرنٹ کروا کے پوری یونیورسٹی میں لگا دوں۔"

"نہیں حنام، ایسا کچھ نہیں ہے، بکواس کر رہا ہے یہ۔" زین نے اصلاحی انداز میں کہتے غصے سے اس لڑکے کو دیکھا۔ حنام نے سر جھٹک کر ابلتے آنسوؤں کو اپنے اندر دھکیلا۔

"یہ لو، جاؤ، لگاؤ۔" اس نے اسکیچ زین کے ہاتھوں میں پکڑایا۔ "جہاں دل کرے وہاں لگاؤ۔" اس کی آنکھوں میں بے اعتباری سے دیکھتے کہا۔ حنام اس سے ٹکرا کر گزرتے آگے بڑھ گئی۔ درد سے اس کا دل پھٹ رہا تھا یوں جیسے کوئی مٹھی میں لیے اسے دبوچ جا رہا ہو۔

"حنام، تم اس کا یقین کر رہی ہو؟" زین نے غصے بھری آواز دی لیکن وہ جا چکی تھی۔ "اس کی تو میں۔۔۔" اسکیچ پھاڑتے وہ اس لڑکے پر پل پڑا۔ بھیڑ اکٹھی ہونے لگی۔ چند لڑکے اس لڑکے کا بچاؤ کروانے میں لگے ہوئے تھے مگر زین تھا کہ اس کی کھال ادھیڑنے کے درپے تھا۔ وہ لڑکا اسے جنونیت سے ہنستے ہوئے زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ اس کی بائیں آنکھ نیلی ہو رہی تھی، ناک اور منہ سے خون نکل رہا تھا۔ اس نے انگلی کے پوروں پر لگا خون نظروں کے سامنے کیا۔

"آج رات تمہارا سر قلم ہو گا عالمگیر برفات کے ہاتھوں۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا اور زین اپنی جگہ سن کھڑا تھا۔

"کیوں کیا تم نے ایسا؟" اس کی آواز دھیمی اور حیرت زدہ تھی۔

وہ اپنے کپڑے جھاڑتا اس کے مقابل کھڑا ہوا اور اس کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی کی۔

"میرا بھائی فرقان جس طرح تڑپتا رہا۔اسی طرح احنف مرزا کی پوری فیملی تڑپے گی۔۔۔
قصاص ابھی باقی ہے۔"

زین کی آنکھیں صدمے سے شاک ہوئیں۔ فضا میں دفعتاً خاموشی گھلی۔اس کا وجود جامد ہو گیا۔

وہ لڑکا اس سے ٹکرا کر چلا گیا تھا، بھیڑ بھی ہٹ گئی مگر وہ وہیں کھڑا تھا، منجمد سا۔

Clubb of Quality Content!

****

وہ یونیورسٹی سے واپس آئی تو بس روئے جا رہی تھی۔امراء ڈیفینس اکیڈمی میں تھی، اس کا موبائل بزی آ رہا تھا۔مریم اپنی دوستوں کے ساتھ کٹی پارٹی کرنے میں مصروف تھی۔
عالمگیر اسے چپ کرانے کے سینکڑوں حربے آزما چکا تھا مگر وہ خاموش ہونے کا نام نہیں لے

رہی۔اس کا سینہ جل رہا تھا۔کس کی جرأت ہوئی تھی جس نے اس کی لاڈلی کی آنکھوں میں آنسو لانے کی ہمت کی۔

"ڈیڈ کیا میرا ناک سچ میں لمبا ہے، برا ہے؟" حنام اس کے سینے سے سر اٹھاتے روتے ہوئے معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں بچے۔کس نے کہا آپ کو؟" عالمگیر نے اس کے چہرے سے آنسو پونچھتے کہا۔

"آپ مجھے بہلا رہے ہیں ناں؟" وہ پھر سے روتی اس کے سینے میں سر چھپا گئی۔

"ہانو ایسے مت رو بچے۔میرا سینہ جل رہا ہے۔" اس کا سر چومتے وہ ملتجی سا بولا۔

"بتاؤ مجھے کون ہے وہ۔۔میں سر قلم کروا دوں گا اس کا۔" حنام نفی میں سر ہلاتے واپس سے سیدھی ہوئی۔"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے، آپ کو میری قسم۔"

"بتاؤ پھر میں کیا کروں؟"

"مجھے نوز سرجری کروانی ہے۔"

"کیا؟" عالمگیر اس کی فرمائش پر ہونق سا اسے دیکھنے لگا۔ "بچے! سرجری اچھی چیز نہیں ہوتی۔" اس نے پچکارا۔

"ڈیڈ مجھے کروانی ہے۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹکتی ضدی سی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "آپ نے اگر مجھے سرجری نہ کروانے دی تو میں کچھ کرلوں گی۔" ہاتھ کی پشت سے گالوں پر لڑھکے آنسو صاف کرتے دھمکایا۔

عالمگیر لب بھینچے اپنی ضدی اولاد کو دیکھنے لگا۔ پھر ویسٹ کوٹ کی جیب سے موبائل نکال کر میما کا نمبر ڈائل کرکے کان سے لگایا۔

"کہاں پہ ہو؟" حنام کو دیکھتے پوچھا۔

"بتایا تو تھا فرینڈز کے ساتھ ڈنر پر ہوں۔" میما کی کھلکھلاتی آواز ابھری۔ عالمگیر نے صبر کا گھونٹ پیا۔ یہاں اس وقت اس کی ضرورت تھی اور وہ اپنی خوشیوں میں مگن تھی۔

"نوز جاب کہاں بیسٹ ہوتی؟" اس کے سوال پر حنام کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔

"نوز سرجری؟" وہ حیرت زدہ ہوئی۔ "کس نے کروانی ہے؟" سرگوشی کی آواز میں پوچھ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میما کون سی کنٹری؟" عالمگیر نے سنجیدگی سے اس کا سوال نظرانداز کرتے پوچھا۔

"میکسیکو۔" وہ زچ سی بولی۔

"اوکے۔" مختصر کہتے اس نے کال کٹ کردی۔

"آئی لو یو ڈیڈ۔" حنام خوشی سے اس کے گلے لگی۔ اب وہ طیب کو کال ملا رہا تھا۔

"میکسیکو کی تین ٹکٹس بک کرواؤ کل کی۔" حکم دیتے کال کٹ کی اور موبائل سائیڈ پر پھینکتے اس کا سر چوما۔

"ہیپی ناؤ؟" اس کے پوچھنے پر حنام نے کھلکھلاتے اثبات میں سر ہلایا۔

"تمہیں بہت درد ہوگا ہانو۔" اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا وہ فکرمندی سے کہہ رہا تھا مگر حنام کو پرواہ نہیں تھی۔ اسے ابھی بس اتنا پتہ تھا کہ اسے پرفیکٹ دکھنا ہے۔ اس میں عیب ہے اور اسے اس عیب کو دور کروانا ہے۔

—------

میمانے گھر آتے ہی سر پکڑے باپ بیٹی کو دیکھا۔امراء بھی حیرت کے سمندر میں غوطے کھا رہی تھی۔وہ عالمگیر کے کمرے کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔مریم صوفے پر بیٹھی حنام کو سمجھا رہی تھی جو مسلسل نفی میں سر ہلاتے عالمگیر کو کس کر پکڑے ہوئے تھی۔

"اچھا اب بس بھی کرو ناں۔"عالمگیر نے اسے بحث کرتے ٹوکا۔

"عالمگیر۔"مریم نے صدمے سے اسے دیکھا۔"تم بھی بچے بنے ہوئے ہو،اس کی ابھی ایج ہی کیا ہے؟"ان سرجریز کی تکلیف سے وہ اچھے سے واقف تھی۔وہ اپنی اکلوتی اولاد کو اس میں دھنستے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

"امراء تم سمجھاؤ ناں حنام کو۔"مڑ کر اس سے مدد طلب کی۔

"میں کیا کہہ سکتی جب میرا خیال بھی اس کی طرح کا ہے۔"وہ بیچارگی سے کندھے اچکا گئی۔

عالمگیر نے گہری سانس لی۔

"امو تم یہاں سب سنبھال لو گی ناں؟"عالمگیر کے پوچھنے پر اس نے سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

Clubb of Quality Content

"ہم کچھ دنوں میں آجائیں گے۔ طیب تمہارے ساتھ رہے گا۔ کوئی مسئلہ ہو تو مجھے کال کرنا۔"

"کوئی بات نہیں، میں مینیج کرلوں گی، تم لوگ آرام سے جاؤ۔" اس نے ایک عزم سے کہا۔ یہ پہلی بار تھا جب اسے سب اکیلے سنبھالنا تھا۔ علاءالدین برفات کے ہوتے ہوئے اسے کبھی ان معاملات کا علم بھی نہیں ہوتا تھا۔ پر اب اسے سنبھالنا ہے، وہ سنبھال لے گی۔

****

سہ پہر کی دھوپ دم توڑ کر مغرب کی نیلاہٹ میں بدل رہی تھی۔ احنف اور خضر چند ایک سائٹ وزٹ کرنے کے بعد تھکے ہارے آفس میں فرش پر بیٹھے پاؤں پسارے پارسل پیک کر رہے تھے، جب زین لڑکھڑاتے قدم لیتا پسینے سے شرابور آفس میں داخل ہوا۔ احنف کی روح جسم میں جم سی گئی۔

"زین" ہاتھ سے پارسل زمین پر گرا وہ پریشانی سے اس کی طرف بڑھا۔ زین نے ایک لمحہ اسے دیکھا اور پھر کس کر گلے لگاتے زور و شور سے روتا چلا گیا۔

"کیوں؟ کیا ہوا؟" سوال اس کی سسکیوں میں دب گئے۔

اسے صوفے پر بٹھا کر پانی پلاتے وہ دونوں مسلسل اس کی ہتھیلیوں کو مسل رہے تھے۔ کچھ دیر بعد جب وہ سنبھلا اور ساری بات پتہ چلی تو احنف پشیماں سا لب بھینچ کر رہ گیا۔ اس کا ماضی کالے سائے کی طرح اس کے حال پر حاوی ہو رہا تھا۔

"زین ہم وعدہ کرتے ہیں آپ کو کچھ نہیں ہونے دیں گے۔" اس کا ماتھا چومتے وہ اسے یقین دہانی کروا رہا تھا تبھی احنف کا موبائل رنگ ہوا۔ زین کی آنکھوں میں ڈر ابھرا۔

"زین کچھ نہیں ہے بچے۔ آپا کی کال ہے۔" احنف نے جلدی سے اسکرین اس کی آنکھوں کے سامنے کی اور خضر کو اسے سنبھالنے کا اشارہ کرتے خود قدرے دور ہو کر کال سننے لگا۔

"جی آپا زین ہمارے پاس ہے۔" اسے دیکھتے احنف نے مسکرا کر جواب دیا۔

"شکر ہے یا اللہ۔" عمارہ نے سکھ کا سانس لیا۔ "اس لڑکے نے میری جان ہلکان کر دی تھی، نہ کال کا جواب دے رہا ہے نہ کوئی میسیج کیا رات ہونے کو آئی ہے۔" وہ نالاں سی شکوہ کر رہی تھی۔

"ایم سوری آپا، آپ کو بنا بتائے ہم نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔"

"کیوں؟ خیریت تھی؟" وہ بے صبری سے پوچھ رہی تھی۔

"جی آپا وہ دراصل۔۔۔" ایک لمحے کے لیے وہ لاجواب ہوا۔ "ہم نے اور خضر نے نیا آفس لیا ہے تو شفٹنگ کے لیے زین کو بھی بلا لیا۔" فوراً سے بہانہ بنایا تو وہ دونوں ہکا بکا سے اسے دیکھنے لگے۔ وہ خود بھی شرمندہ چہرہ لیے کھڑا تھا۔

"اوہ اچھا! مبارک ہو۔" عمارہ کو قدرے تسلی ہوئی۔ "ٹھیک ہے! کام ختم ہو جائے تو ڈراپ کر دینا اسے۔" اسپیکر سے آواز قدرے باہر آ رہی تھی تو زین نے فوراً سہمتے نفی میں سر ہلایا۔ احنف مجبور سا اسے دیکھنے لگا۔

"آ۔۔۔ آپا وہ دراصل کام زیادہ ہے تو زین ایک دو دن گھر نہیں آ پائیں گے۔" شرمندگی سے آنکھیں میچتے ایک اور جھوٹ بولا۔

"تم لوگ پکا کام ہی کر رہے ہو ناں؟ کوئی سیکریٹ ٹرپ تو نہیں پلان کر رہے ناں؟" وہ مشکوک انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"نہیں آپا ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔ ہم آپ کو تھوڑی دیر میں ویڈیو کال پر دکھاتے ہیں۔ آفس میں ابھی تھوڑی چیزیں بکھری ہوئی ہیں۔" اس کے اتنے چالاکی سے جھوٹ بولنے پر وہ

حیرت کے مجسمے بنے اسے دیکھے جا رہے تھے۔عمارہ کو کسی طرح منا کر تسلی دینے کے بعد وہ جلدی سے ان کی طرف پلٹا۔

"خضر آج جو آفس دیکھا۔ان کے آنر کو کال کر کے ڈیل ڈن کریں۔"اس نے جلدی سے موبائل پر انگلیاں چلاتے کہا۔اسے سب سنبھالنا تھا۔وہ وقت کو دوبارہ دہرانے نہیں دے سکتا تھا۔

"لیکن وہ تو کافی بڑی جگہ ہے۔آپ نے ہی تو کہا کوئی اور جگہ دیکھیں گے۔"خضر نے ٹانگ اڑائی۔

"خضر"احنف نے خفگی سے اسے دیکھا۔"ہم نے جو کہا ہے وہ جلدی سے کریں۔ویسے بھی زین کا گھر جانا سیف نہیں ہے اور شاید یہاں بھی۔"اس نے پر سوچ انداز میں کہا تو خضر فوراً اٹھتے کال ملانے لگا۔

احنف نے آفس میں سے کچھ سامان اٹھا کر ایک بڑے کارٹن میں ڈالا۔زین کو سہارا دے کر اٹھاتے خضر کو باقی باتیں سمجھانے لگا۔

"ہم نے آن لائن کچھ میٹرس اور سامان بک کروایا ہے۔آپ جا کر پک کر کے نئے آفس لے آیئے گا۔تب تک ہم وہاں جا کر پیپر ورک کرتے ہیں۔"سیڑھیوں سے اترنے کے بعد زین کو کار میں بٹھا کر وہ مزید بولا۔"زین کی کار میں چلے جائیں چیزیں پک کر کے وہاں آجایئے گا اور ہاں" جاتے جاتے پلٹا۔"کسی انفارمر کو جانتے ہیں تو برفات کے بارے میں پتہ کروایئے، کون لوگ ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ سب۔"خضر نے اس کی بات سمجھتے تسلی دی آفس کی لوکیشن اس کے موبائل پر بھیجی اور دونوں مختلف سمت میں رواں دواں ہو گئے۔

جب اپنے مشکل میں ہوں تو فیصلے لمحوں میں لیے جاتے ہیں۔ورنہ وقت ریت کی مانند کب ہاتھوں سے پھسل کر بکھر جاتا ہے پتا بھی نہیں چلتا،اور بکھری ہوئی چیزوں کو سمیٹنے میں ایک زندگی لگ جاتی ہے۔اس کی نوبت وہ آنے نہیں دے سکتا تھا۔ایک بار زندگی ٹھہری تھی، دوبارہ پھر سے نہیں۔۔۔

****

عجیب ٹینشن اور بے چینی سی تھی۔ طیب کو بلوا کر وہ کچھ دیر آفس بھی گئی۔ سب کے سلام کا جواب دیتی وہ عالمگیر کے آفس چلی آئی۔

"کیا ہوا تمہاری بتیسی کیوں باہر آ رہی؟" طیب کو مسلسل مسکراتے دیکھ اس نے اچھنبے سے پوچھا اور گلاس ونڈو کے پاس رکھے صوفے پر بیٹھتے ٹانگ پر ٹانگ چڑھالی۔

"عالمگیر سر نے کبھی ان کی طرف دیکھا بھی نہیں جنہیں آپ سر خم کر کے سلام کے جواب دے کر آئی ہیں" وہ ہنوز مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی" اس نے برا مناتے منہ بسورا۔ بیگ وہیں صوفے پر رکھتی کچھ سوچ کر اٹھی اور باہر آئی۔ سب اپنی اپنی جگہ الرٹ ہوئے۔

"اٹینشن ایوری ون" تالی بجا کر آفس کی خاموش فضا کو بے چین کیا۔ "آپ لوگ جانتے ہیں میں کون ہوں؟" 120 چھوٹے کیبنوں پر مشتمل وہ ہال سانس روکے اسے سن رہا تھا۔

"یس" سب کی یکجا آواز گونجی۔ امراء نے داد دینے والے انداز میں منہ بناتے طیب کو دیکھا جس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"اوکے۔۔ لیکن میں آپ سب کو نہیں جانتی تو آج انٹروڈکشن کرتے ہیں۔ باری باری سب آتے جائیں اور اپنا تعارف کرواتے جائیں" طیب نے اشارے سے کمانڈو کو ڈیسک اور چیئر لانے کا اشارہ کیا جسے اس نے کسی چراغ کے جن کی طرح چند سیکنڈ میں پورا کیا۔

"واہ بڑی فاسٹ سروس ہے تمہاری۔۔ طیب" داد دیتے عبایہ سمیٹ کر ڈیسک پر بیٹھتے واپس پھیلایا، بالوں کو چہرے کے اطراف ٹھیک کیا اور ٹانگ پر ٹانگ چڑھاتے کو لیگز کو آنے کا اشارہ کیا۔

عصر سے شام تک اس نے 120 لوگوں سے ملنے میں صرف کیے اور تھک ہار کر گھر لوٹی۔

"آج تو بہت تھک گئی" کورٹ شوز ہاتھوں میں پکڑ کر بیگ اٹھاتے اس نے دروازہ کھولے کھڑے طیب کو دیکھ کر کہا۔

"ایسی ایکٹیویٹیز میرے سے بھی کروایا کرو" اس کی بات پر وہ دھیرے سے کھلکھلایا۔

"مجھے اپنا سر قلم نہیں کروانا امراء میم" اس کی بات پر مسکرا کر افسوس سے سر ہلاتے وہ ڈائمنڈ پیلس کی واک وے پر ننگے پاؤں چلنے لگی۔

"ٹریننگ سینٹر نہیں گئی؟"سعیدہ خاتون نے اسے گھر میں داخل ہوتے دیکھ حیرانی سے پوچھا۔

"نہیں امی بہت تھک گئی ہوں" گردن پر ہاتھ رکھ کر دائیں طرف جھکایا۔

"کھانا؟"

"تھوڑی دیر کیلئے سولوں پھر کھانا کھاتے ہیں"ان کا سر چومتے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ شوز اور بیگ کو مخصوص کیبنٹ میں رکھ کر عبایہ لانڈری باسکٹ میں ڈالا۔ فریش ہو کر سکون سے سو گئی۔

****

آفس کا پیپر ورک کرنے کے بعد اس نے اور خضر نے جلدی سے آفس کی دھول مٹی صاف کی، کارپٹ بچھا کر میٹرس بچھائے اور زین کو کھانا کھا کر سلادیا، خود دائیں بائیں لیٹ کر خاموشی سے چھت کو گھورنے لگے۔

"خضر"گہری خاموشی میں احنف کی دھیمی سرگوشی بھری آواز ابھری۔

"جی"اس نے مختصر کہا۔

"آپ کو پتہ ہے آج زین کی آنکھوں میں جو خوف دکھا آج سے کئی سال پہلے ہماری آنکھوں میں تھا جب ہمارا ایکسیڈنٹ ہوا۔" خضر نے تھوڑا سر اونچا کیے اسے دیکھا۔ احنف نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔ پھر گہری سانس لیتے میٹرس سے اٹھا اور آفس کی شیشے سے بنی دیوار کے قریب جا کھڑا ہوا، جہاں سے کراچی کا پر رونق روشن منظر دکھ رہا تھا۔ خضر بھی اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔

"منظر سارا دھندلا رہا تھا اس وقت۔۔ ہم پلکیں جھپک جھپک کر دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے مگر پلکیں خون کے بوجھ سے اتنی بھاری ہو رہی تھیں کہ میں انھیں اٹھا نہیں پا رہا تھا" سوچتے ہوئے وہ آزردگی سے بول رہا تھا۔ خضر خاموشی سے اسے سنے جا رہا تھا۔

"تب ہمیں لگا کہ اب شاید ہم نہیں بچ پائیں گے یہی موت ہے۔ مولانا صاحب نے بچپن میں کہا تھا بدبخت ہے وہ انسان جسے موت سے پہلے کلمہ نصیب نا ہو سکے۔۔ اور آپ کو پتہ ہے۔۔۔۔۔۔" احنف کی آنکھوں کے کنارے نم ہو رہے تھے۔ گلے میں کانٹے چبھ رہے تھے۔ آواز بھاری ہو رہی تھی۔

"تب ہمیں یہ بات یاد آئی مگر یاد کرنے کے باوجود کلمہ یاد نہیں آ سکا"۔اس کے چہرے پر کرب کی دراڑیں پھیل رہی تھیں وہ چاہ کر بھی اپنا درد کسی سے بیاں نہیں کر پا رہا تھا۔شاید کچھ درد ایسے ہوتے ہیں جنہیں الفاظ سے بیاں نہیں کیا جا سکتا۔

"آپ نے کیسے سروائیو کیا؟آسان نہیں رہا ہو گا ناں آپ کیلئے یہ سب ؟"اب کے وہ خضر سے پوچھ رہا تھا۔خضر کے چہرے پر افسردہ سی مسکراہٹ ابھری۔اتنے سالوں میں پہلی بار کسی نے اس سے پوچھا تھا کہ اس نے کیسے سروائیو کیا۔

"بس خدا نے ہمت دی اور کامیاب ہو گیا"اس نے اپنا درد دل میں ہی دباتے مختصر کہا۔

"ماں جی کیسی ہیں ؟انھیں بھی صحیح سے وقت نہیں دے پائیں ہو نگے ناں آپ ؟"احنف کے پوچھنے پر وہ کچھ دیر کیلئے افسردگی سے خاموش رہا پھر بولا۔

"میں نے انھیں چھوڑ دیا ہے بھائی"

"کیا؟کیوں ؟"احنف کیلئے یہ بات بہت شاکنگ تھی "ہمارے لیے۔۔آپ نے بہت غلط کیا خضر"

"نہیں بھائی "خضر نے فوراً اسے اسکی بات کاٹتے نفی کی "آپ کی وجہ سے نہیں "کچھ دیر خاموش ہو کر الفاظ تلاشنے لگا کمرے میں نیم اندھیرا تھا وہ بمشکل سے خضر کا چہرہ دیکھ پا رہا تھا۔ جہاں شاید آزردگی کے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔

"میں ویسے ہی ان سے بہت دور ہو گیا تھا "اس نے بتانا شروع کیا "جب بہن کی شادی پر میں وہاں گیا تھا۔ چھوٹا بھائی امی سے لڑ رہا تھا کہہ رہا تھا خود کو بیچ کر بھی اگر وہ ہمیں آسائش نہیں دے پا رہے تو تف ہے ایسے بڑے بھائی پہ "خضر نے بہت ہمت سے وہ الفاظ بیان کیے تھے۔

"کیا؟ "احنف کی گردن میں گلٹی ڈوب کر معدوم ہوئی۔

"اسے بیرون ملک جانا تھا اور شاید پیسے کم پڑ رہے تھے۔ امی نے اس بارے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی اسی لیے شاید وہ غصہ تھا۔ مگر بھائی "خضر نے ٹھہر کر اسے دیکھا "اگر اسے یہ علم ہے کہ میں نے خود کو بیچا ہے تو اس نے یہ احساس کیوں نہیں کیا کہ خود کو بیچ کر بھی میں اپنی اوقات سے زیادہ اسے نہیں دے پاؤں گا "اسکی بات پر احنف شرمندگی سے سر جھکا گیا۔ یہ سب اسکی ضد اور کم عقلی کا نتیجہ تھا۔ اس سے جڑا ہر شخص خطرے میں تھا۔

"ہمیں معاف کر دیں خضر۔۔ ہمیں آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا" وہ ندامت سے کہہ رہا تھا مگر خضر نے اسکی بات کی تردید کی۔

"نہیں بھائی۔۔ شاید اچھا ہی ہوا جو چند سال پہلے ہوا۔۔ میں اپنی اس زندگی سے اُس زندگی کے مقابلے زیادہ خوش ہوں" اس کے لہجے میں کوئی ملامت نہیں تھی۔احنف کا سیروں خون بڑھ آیا۔اس نے بڑھ کر خضر کو گلے لگا لیا۔

"ہم وعدہ کرتے ہیں آپ کو، زین کو اور ہم سے جڑے ہر رشتے کو آج سے ہر آفت سے بچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ چاہے اس کیلئے ہمیں دنیا کے کسی شخص سے بھی لڑنا پڑے۔ ہم لڑیں گے پوری جان سے۔ آج سے آپ آزاد ہیں ہر ذمہ داری ہر فرائض سے" خضر نے زخمی سا مسکراتے اسکے کندھے پر سر رکھ دیا وہ سچ میں تھک چکا تھا زندگی سے لڑتے ذمہ داریاں اٹھاتے۔

****

کمرے میں گہرا اندھیرا تھا اور اے۔سی کی ہلکی ہلکی خنکی پھیلی ہوئی تھی۔۔اس سکوت کو موبائل کی تیز آواز نے توڑا۔اس نے بے زاری سے بلینکٹ سر سے ہٹاتے ادھر اُدھر ہاتھ مار کر موبائل ڈھونڈا۔

"ہاں میر "کال اٹینڈ کرتے موبائل کان سے لگایا اور واپس اپنی جگہ پر لیٹی۔

"فوراُ فلائیٹ کرواکر استنبول آؤ" وہ پریشانی سے کہہ رہا تھا۔

"کیا؟"اسے لگا شاید سننے میں غلطی ہوئی یا شاید وہ خواب دیکھ رہی۔"استنبول کیوں؟"

"ایلیکساٹرن آن دا لائٹس "بلینکٹ دور اچھالتے اے آئی ڈیوائس کو حکم دے کر لائٹس آن کرواتے اس نے موبائل کان سے ہٹا کر ٹائم دیکھا،رات کے دس بج رہے تھے۔

"امو فوراًآؤ حنام کی حالت خراب ہے آئی کانٹ ہینڈل "وہ بے بسی سے کہہ رہا تھا۔

"میر ساری دنیا سے جھوٹ بولتے بولتے،اب مجھ سے بھی جھوٹ بولا جائے گا"وہ غم و بے بسی سے کہہ رہی تھی۔اسکی سوئی استنبول پہ ہی اٹکی ہوئی تھی۔

"امو۔۔"اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن امراء نے غصے سے کال کٹ کردی۔

"کسی چیز کی حد بھی ہوتی ہے کہ نہیں" کوفت سے کہتے اس نے اپنے بالوں کو نوچا پھر بے رحمی سے کس کر کیچر میں قید کیے۔

"آگ لگے اس شان اس نام کو جس کو بچاتے بچاتے ذلیل ہوئے پڑے ہیں ہم" الماری سے ٹریولنگ سوٹ کیس نکال کر بے توجہی سے کپڑے پھینکے۔ "ٹھیک ہے مانا کہ کہیں جاتے ہوئے باہر والوں ایگزیٹ لوکیشن نہیں بتا سکتے لیکن ہم تو فیملی ہیں ناں" چند ایک ضرورت کا سامان پھینکتے زپ بند کی۔ ایک سادہ میرون کلر کا کاٹن کا سوٹ نکال کر چینج کیا۔ "خدا کی پناہ ہمیں بھی دشمنوں کی لائن میں کھڑا کر دیا" کام کرتے وہ مسلسل غصے سے بڑبڑا رہی تھی۔ پاسپورٹ اور کارڈز ہینڈ بیگ میں محفوظ کیے۔ عبایہ پہن کر لینز لگائے۔ پرفیوم اسپرے کرتے بیگ گھسیٹتے باہر چلی آئی، جہاں سعیدہ خاتون ماریہ کے ساتھ مل کر ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگوا رہی تھیں۔

"میں تمہیں بلانے آ ہی رہی۔۔۔" اسکے ہاتھ میں بیگ دیکھتے باقی الفاظ ان کے منہ میں ہی رہ گئے "کہیں جا رہی ہو؟"

"ہاں میر نے بلوایا ہے۔ حنام کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے" اس نے پیشانی مسلتے کہا۔

"کیوں ؟۔۔ کیا ہوا اسے ؟ ٹھیک تو ہے وہ؟" انھیں بھی پریشانی لاحق ہوئی۔

"پتہ نہیں یہ تو اب وہیں جا کر پتہ چلے گا" اس کی بات مکمل بھی ہوئی نا تھی کہ طیب گھر میں داخل ہوا۔

"چلتی ہوں، خیال رکھیے گا اپنا" انھیں گلے ملتے کہا۔ "صبح تک انشاءاللہ ہم تینوں میں سے کوئی ایک واپس آجائے گا۔ آپ پریشان مت ہوئیے گا"۔

"خیر سے جاؤ، خیر سے آؤ" ڈرے ہوئے لہجے میں انھوں نے دعا دی۔ وہ مسکرا کر ماریہ کو انھیں سنبھالنے کا اشارہ کرتی باہر کو بڑھی۔

طیب کی طرف غصے سے بیگ دھکیلتے تیز تیز قدم بھرنے لگی۔ "میر تو میر، تم بھی ایک لفظ نہیں پھوٹتے" چلتے ہوئے وہ غصے سے بول رہی تھی۔

"جب تک وہ خود نا چاہیں تب تک ان کا کوئی راز عیاں نہیں ہو سکتا" طیب نے آرام سے کہتے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ امراء نے ملامت سے اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا "کوئی اتنا بھی وفادار نا ہو"۔ رات کی سیاہی میں گھلتی تینوں کالے رنگ کی گاڑیاں تیزی سے ائیرپورٹ کی طرف بڑھنے لگیں۔

"تمہاری جیسی حرکتیں ہیں ناں، برفات کی تلوار کو تمہارا ہی سر پیش کروں گی" امراء نے تنک کر کہا۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے اٹھائیس سالہ طیب نے مسکاتے سر خم کیا "جیسا آپ کو ٹھیک لگے"۔

"جیسا بد تمیز مالک ویسا بد تمیز نوکر" امراء غصے سے بڑبڑائی۔

ائیر پورٹ پہنچ کر چیکنگ کمپلیٹ کرواتے وہ ڈائریکٹ بورڈنگ کی طرف بڑھے۔ امراء حیرت سے دیکھ رہی تھی نا کوئی ٹکٹ نا کوئی ویٹنگ ایریا کا انتظار، وہ بس ایک بار عمرے پر گئی تھی۔ پاکستان میں وہ جہاں بھی گئی تھی بائے روڈ ہی گئی تھی۔

طیب میکانکی انداز میں آفیسرز کو کاغذات دکھاتا اسے لیے اب باہر آچکا تھا۔ جہاں ہر طرف فضا میں جہازوں کی سائیں سائیں گونج رہی تھی۔ اندھیرے میں چمکتی تیز سرخ روشنیاں، کئی اترے کئی چڑھتے مسافر، مختلف بسیں، کئی نظاروں سے گزر کر وہ اب ایک پرائیویٹ چارٹرڈ پلین کے سامنے کھڑی حیرت انگیز نظروں سے طیب کو دیکھ رہی تھی۔ جو سائیڈ پر ہٹتے اسے راستہ دیتا اوپر چڑھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

"آف کورس بر فات سے کچھ نارمل کیسے ایکسپیکٹ کر سکتی ہوں" وہ بے اختیار اپنی حیرت کو چھپاتے بالوں میں انگلیاں چلا کر انھیں جھٹکتے سیڑھیاں چڑھی، جہاں جہاز کا عملہ اسکو خوش آمدید کرنے کیلئے منتظر تھا۔

ان کا شکریہ ادا کرتے پیچھے کھڑے طیب کو دیکھتے پوچھا: "تم نہیں آؤ گے ساتھ؟"

"نہیں میم، میرا یہاں رہنا ضروری ہے" اس نے میکانکی انداز میں کہا۔اس نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا، ہینڈ بیگ منتظر کھڑی ائیر ہوسٹس کو دے کر کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔ادھوری نیند اور دن کی تھکان کے بعد ایک نئے سفر کی پریشانی۔۔اسکا سر چکرا رہا تھا۔

"میم جوس وغیرہ کچھ لیں گی آپ؟" سرخ کلر کے ویسٹرن کپڑوں میں ملبوس چہرے کو نہایت خوشنمائی سے سجائے ائیر ہوسٹس نے ذرا سا جھکتے اس سے مخصوص انداز میں پوچھا۔

"نہیں ابھی نہیں۔فلائی اوور کے بعد کچھ کھانے کو لے آنا" اس نے مسکرا کر کہتے بیلٹ ڈبل چیک کی اور سیٹ کی پشت پر سر ٹکاتے آنکھیں موند لیں۔

"اوکے شیور میم" مسکرا کر جواب دیتے وہ واپس اپنے کیبن میں چلی گئی۔

****

استنبول لینڈ ہوتے ہی سرد ٹھنڈی ہواؤں اور مرمرا پر پھڑ پھڑا کر اڑتے بگلوں کی فضا میں پھیلی مدھم آوازوں نے اسکا استقبال کیا۔شاید مرمرا کے بگلوں کو بھی اس کے آنے کا احساس ہو گیا تھا کہ وہ رات کے تین بجے وہاں لینڈ ہوئی۔پاکستان میں اس وقت فجر کی اذانیں گونج رہی تھیں۔پاکستان کی طرح وہاں بھی ایک پورا سیکیورٹی عملہ اسکا منتظر تھا۔عسری جو کہ اسسٹنٹ اور ٹرانسلیٹر کے طور پر اسے مہیا کی گئی تھی اسی نے ائیر پورٹ پر سب کلئیر کروایا۔اور اب وہ لوگ امریکن ہستانیسی ہاسپٹل کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے۔حنام کی سرجری ہو چکی تھی۔مگر اس ہوش میں آتے ہی اس نے درد سے چلا چلا کر ہاسپٹل سر پر اٹھا لیا تھا۔عسری پوری تفصیل سے اسے مطلع کر رہی تھی۔امراء نے افسوس سے سر پکڑ لیا۔ ہاسپٹل میں داخل ہو کر مطلوبہ فلور پر پہنچتے۔وہ تیزی سے حنام کے روم کی طرف بڑھ رہی تھی۔دروازہ کھولتے جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئی روتی ہوئی حنام کے آنسو ایک پل کو تھمے۔اس نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔

"امراء"ہاتھ مدد کیلئے اٹھا کر وہ روتے ہوئے اسے پکار رہی تھی۔امراء جلدی سے حنام کی طرف بڑھی۔اسے چپ کرواتے عالمگیر اور مریم اب سکھ کا سانس لیتے بیڈ کی ایک طرف کھڑے تھے۔امراء اس کا ماتھا اور ہاتھوں کو بار بار چومتے اسے بچوں سا پچکار رہی تھی۔

"تم دونوں سے اپنی بیٹی نہیں سنبھلتی" امراء غصے سے ڈانٹ رہی تھی اور پھر مڑ کر اسے بھی تسلی دے رہی تھی "ہانو۔۔چپ ہو جاؤ سب ٹھیک ہے"۔ حنام ان کی بات سننے کو تیار نا تھا۔ اسے آج تک عالمگیر نے کانٹا تک نا چبھنے دیا تھا۔ پھر آج تو وہ ایک تکلیف دہ مرحلے میں تھی۔"مجھے بہت درد ہو رہا ہے" درد سے اس کا دماغ سن ہو رہا تھا۔ اسے درد ہو رہا تھا اور بہت زیادہ اسے بس ریلیف چاہیے تھا کسی طرح۔

"نرس کو بلاؤ" امراء نے پلٹ کر عسری سے کہا جو فوراً حکم کی تعمیل میں بھاگی۔ چند ثانیے بعد نیوی رنگ کے اسکربز میں ملبوس چہرے پر ماسک لگائے ہاتھ میں فائل پکڑے ایک نرس کمرے میں داخل ہوئی۔

"اسے نیند کا انجیکشن دو" امراء نے بلا تامل کہا۔ نرس نے سوالیہ نظروں سے عسری کو دیکھا جس نے فوراً ترجمانی کرتے اسے بات سمجھائی۔

"آل ریڈی ہم دے چکے ہیں" نرس عسری سے ترک زبان میں مخاطب تھی۔ عسری نے پلٹ کر امراء کو بتایا تو اس نے غصے سے حکمیہ طور کہا۔

"دوبارہ سے دو"

نرس نے ناپسندیدگی سے اسے دیکھا اور پھر ضبط کرتے وہ حنام کے بیڈ کے پاس آئی۔سائیڈ ٹیبل پر رکھی دوائیوں میں سے ایک چھوٹی سی سفید رنگ کی انجیکشن کی شیشی اٹھائی اور آئی ۔وی میں انجیکٹ کر دی۔

"ابھی تھوڑی دیر میں وہ سو جائے گی" عسری کے پاس رک کر کہتے ناپسندیدہ نظر امراء پر ڈالی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔امراء کی اسکی طرف پشت تھی وہ حنام کے بیڈ کے ساتھ پڑے اسٹول ہر بیٹھی اسکا ہاتھ پکڑے اسکے بال سہلا رہی تھی۔

"تم لوگ بھی بیٹھ جاؤ" بنا دیکھے عالمگیر اور مریم کو مخاطب کیا۔

"وہ تھوڑی دیر میں پھر سے رونے لگے گی" مریم نے روہانسی آواز میں کہا۔اسکی آواز میں نیند اور تھکاوٹ واضح تھی۔امراء نے حنام کو دیکھا وہ دھیرے دھیرے نیند کی آغوش میں جا رہی تھی۔پلکیں بے جان سے دھیرے دھیرے پھڑ پھڑا رہی تھیں۔اسکا ناک پوری طرح سے پٹی میں جکڑا ہوا تھا۔بائیں ہاتھ پر ڈرپ لگی ہوئی تھی۔دائیں طرف پلس مشین پر اسکی دھڑکنوں کی لائنیں اوپر نیچے ہو رہی تھیں۔اس نے چند ثانیے سوچا اور پلٹ کر عسری کو دیکھا

۔

"آس پاس کسی اپارٹمنٹ یا پینٹ ہاؤس کا بندوبست کرواؤ" اسکی بات پر عالمگیر اور مریم حیرت سے انھیں دیکھنے لگے۔

"یہاں اپارٹمنٹ ملنا مشکل ہے اور پینٹ ہاؤس نہیں لافٹ ارینج ہو جائیں گے" عسری نے جھجھکتے تفصیل سے بتایا۔(لافٹ ایک وسیع اور کھلے کمرے کو کہتے ہیں۔اسکا ایریا ایک اپارٹمنٹ جتنا وسیع ہوتا ہے۔اونچی چھت اور بڑی بڑی کھڑکیوں کے ساتھ نہایت شاندار اور خوشنما لگتا ہے۔وہ دو پورشن کے طرز کا ایک ہی کمرہ ہوتا ہے۔ایک ماسٹر بیڈروم۔ چھوٹا سا کچن باتھ روم وسیع ہال ڈائننگ ایریا۔ایک طرف سے جاتی سیڑھیاں جو کہ اوپر بنے ایک اوپن بیڈروم تک لے جاتی ہیں)

"امو۔۔ڈاکٹرز نے ہانو کو یہاں سے باہر جانے سے منع کیا ہے" عالمگیر صوفے سے اٹھتے اسکی طرف آیا" میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا" اسکا دل ویسے ہی ڈرا ہوا تھا حنام کو لے کر وہ مزید کو خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

"میر وہ ہاسپیٹل کے ماحول سے گھبرا رہی ہے۔اسے درد نہیں ہو رہا وہ یہاں رہنا نہیں چاہتی۔ اتنی سی بات سمجھ نہیں آرہی تمہیں" امراء نے پلٹ کر نرم لہجے میں کہا مگر ڈانٹ نمایاں تھی

۔"اسے کچھ نہیں ہو گا ٹرسٹ می" امراء نے پورے وثوق سے کہا تو وہ ہار مانتے واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ یہ واحد میدان تھا جہاں عالمگیر بر فات کمزور پڑ جاتا تھا۔ شاید اولاد شے ہی ایسی ہوتی کہ اچھے اچھوں کو گھٹنوں پر لے آتی۔

امراء نے عسری کے ساتھ مل کر حنام کو پاس کے وٹ ہوٹل میں شفٹ کر والیا تھا۔ حنام کو عالمگیر کے لاکھ منع کرنے کے باوجود اس نے اوپن بیڈ روم میں شفٹ کر وایا تھا۔ کچھ دیر وہیں بیٹھنے کے بعد مریم اور عالمگیر نیچے کمرے میں سونے چلے گئے تھے۔ امراء بھی حنام کے ساتھ لیٹ گئی۔ ایک تھکاوٹ اور پریشانی بھرے دن کے بعد وہ چاروں آرام کی نیند سو گئے تھے۔

Clubb of Quality Content!

****

صبح آنکھ کھلی تو حنام کا درد بھی قدرے کم تھا اور جگہ بھی تبدیل دیکھ اس کا موڈ خوشگوار ہو چکا تھا۔ ان کے بیڈ روم کے بائیں طرف کھلتی کھڑکی سے جھانکتا شفاف نیلا آسمان سمندر کے نیلے

پانی میں ڈوبتے سحر آمیز منظر طاری کر رہا تھا۔ حنام نے اٹھنا کیلئے جو نہی سعی کی امراء کا اسکا بائیاں ہاتھ تھاما ہاتھ جنبش کیا تو وہ بھی نیند سے بے دار ہوتے اٹھ گئی۔

"تم کب اٹھی" امراء نے انگڑائی لیتے پوچھا اور پھر بیڈ کی ٹیک لگاتے اٹھ بیٹھی۔

"بس ابھی" حنام نے مسکراتے نحیف آواز میں کہا۔ امراء نے مسکراتے باری باری اسکے ماتھے اور گردن پر ہاتھ رکھ کر ٹمپریچر چیک کیا "طبیعت کیسی ہے اب؟"

"ٹھیک ہوں۔۔ درد بھی کم ہے" دھیرے سے کہتے وہ سنبھل کر قدم اٹھاتے کھڑکی کے قریب چلی آئی اور شیشے کی کھڑکی کھولتے بھرپور طریقے سے منظر انجوائے کرنے لگی۔ امراء نے تب تک عسری کو آنے کا میسیج ٹائپ کر کے بھیجا اور اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔

"کیسا لگا نظارہ" کھڑکی سے باہر جھانکتے امراء نے پوچھا۔

"بہت خوبصورت ہے" حنام نے استنبول کی ٹھنڈی اور پر مسرور ہواؤں کو اپنے اندر جذب کرتے کہا۔ امراء نے مسکا کر اسے دیکھا اور پھر بڑھ کر کھڑکی بند کر دی۔ "بس ابھی کیلئے اتنا ہی بیکٹیریا سے بچنا ہے تمہیں" حنام نے برا منہ بناتے اسے دیکھا۔ پر اس کے پاس اور کوئی

چارہ بھی نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد عسری کھانے لیے وہاں آچکی تھی۔ عالمگیر اور مریم بھی اٹھ گئے تھے۔

"بہت تنگ کیا تم نے" عالمگیر نے حنام کا سر چومتے شکوہ کیا۔ حنام دھیرے سے مسکرا دی۔

"ایم سوری ڈیڈ" عالمگیر کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیتے وہ نادم سی بولی۔ اور پھر سب ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ناشتہ کرنے کے بعد ہال میں صوفے پر آمنے سامنے بیٹھے وہ چاروں اپنے اپنے موبائل فون میں مصروف تھے جب سوشل میڈیا اسکرول کرتے حنام کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔

"میری سرجری کا کیسے پتہ چلا ان کو" اسکی آواز میں صدمہ واضح تھا وہ ہاتھ میں پکڑے موبائل کی اسکرین ان کی طرف کیے پوچھ رہی تھی آنکھوں میں آنسو بھر رہے تھے۔ ساتھ بیٹھی امراء نے چونکتے جلدی سے موبائل فون اس کے ہاتھ سے لیا۔ انسٹاگرام پر حنام کی پہلے اور بعد کی تصویر لگا کر نیچے "نوز سرجری ورک ویل" لکھا ہوا تھا، بعد کی تصویر یقیناً ایڈیٹ کی گئی تھی کیونکہ حنام کے ناک پر ابھی تک پٹی بندھی ہوئی تھی جو کہ دو ہفتے تک رہنے والی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یا اللہ ایک مشکل کم تھی جو یہ مصیبت بھی آن پڑی۔۔۔ سرجری کی خبر کیسے پتہ چلی" امراء لب کاٹتے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ عالمگیر نے جلدی سے حنام کا موبائل لیتے جائزہ لیا اور ساتھ مریم نے بھی۔ حنام نے زور و شور سے رونا شروع کر دیا تھا۔ مریم مجرمانہ خاموشی لیے لب کاٹ رہی تھی۔

"اف مریم اف" امراء نے نوٹس کرتے بھانپتے سر پکڑا" کبھی تو کوئی کام سیدھا کر لیا کرو" عالمگیر نے بھی اچٹتی نگاہ مریم پر ڈالی۔ پر وہ وقت الزام لگانے یا غصہ کرنے کا نہیں تھا۔ عالمگیر طیب کا نمبر ملاتے ایک طرف جا رہا تھا۔

"ڈیڈ کچھ کریں پلیز۔۔سب مجھ پر ہنسیں گے" حنام بچوں سا روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ امراء اسے چپ کروانے کی ناکام کوششیں کر رہی تھی۔ "حنام کچھ کرتے ہیں پلیز تم ٹینشن مت لو تمہارے لیے اچھا نہیں ہے"

"میں نے یہاں آ کر کسی کو کال نہیں کی" مریم اپنی صفائی میں بتا رہی تھی "اس دن جب عالمگیر نے کال کر پوچھا تو میں کٹی پارٹی میں تھی تو میں نے سرسری سا بتایا تھا کہ عالمگیر نے پوچھا۔ حنام کا نہیں بتایا تھا"

"اتنی معصوم نہیں ہیں وہ لوگ "امراء نے بدمزگی سے کہا" سانپ ہیں سانپ ہمارے آس پاس کے لوگ یہاں موقع ملا نہیں وہاں ڈس دیا" حنام کو چپ کرواتے وہ ملامت سے کہہ رہی تھی۔ مریم خاموشی سے سر جھکائے صوفے پر بیٹھی تھی۔

عالمگیر نے طیب سے کہہ کر پوسٹ ہوا تو دیں تھیں لیکن بر فات کا تماشہ بن چکا تھا۔ ایسی سوسائٹی چھپ چھپ کر بھلے سو کام کر لیے جائیں لیکن کسی ایک کا کوئی چھوٹا سا گناہ باہر آجائے تو واویلا مچ جاتا ہے۔ انھیں اب اس معاملے کا رخ بدلنا تھا۔ عالمگیر مریم سے سرجری کروانے کا کہہ رہا تھا مگر وہ آلریڈی اتنی سرجریز کروا چکی تھی کہ شیڈول کے ٹائم کے مطابق نا کروا کر وہ اپنا چہرہ بگڑوا لیتی تو اب ان کی نظر امراء پر ٹھہری ہوئی تھی۔ اس کے چشمے پر۔

"تم دونوں مجھے کیوں دیکھ رہے ہو "امراء نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔ عالمگیر قدم قدم چلتا اس کے پاس آیا۔ امراء کے کانوں میں انجان خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں تھیں۔

"تم اگر لاسک لیزر کروا لو تو حنام سے اٹینشن ہٹا کر تم پر کروا دیں" عالمگیر نے جھجھکتے کہا لہجے میں التجا سی تھی۔ حنام خاموش ہوتے انھیں دیکھ رہی تھی۔

"نہیں نہیں۔۔ بالکل نہیں" وہ پیچھے ہٹتے غصے سے کہہ رہی تھی "ہر بار میر، ہر بار تمہیں میں ہی کیوں نظر آتی ہوں۔۔ میں اپنی عینک اپنے لینسز کے ساتھ بہت خوش ہوں" امراء نے فضا میں ہاتھ بلند کرتے لاتعلقی سے کہا۔

"امو پلیز" عالمگیر نے التجا کی۔ پھر مدد طلب نظروں سے مریم کو دیکھا۔

"میر نو۔۔ میما نہیں بالکل نہیں" امراء نے مریم کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر تنبیہہ طور روکا۔

"ہمیشہ میں ہی کیوں؟" وہ زچ سی بولی ان کے چہرے ہنوز اسی ایک درخواست کی التجا لیے ہوئے تھے "مجھے ہی کیوں ہمیشہ اس گھر کی پریشانیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے" وہ بے بسی سے چلا رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی منع کرنے کے باوجود اسے یہ کرنا تھا۔ عالمگیر نے طے کر لیا تھا تو مطلب یہ ہونا ہی تھا "آئی جسٹ ہیٹ یو۔۔ آل آف یو" وہ غصے سے روتے ہوئے کہتے ہال کے ساتھ موجود کمرے کی طرف تیزی سے بڑھی۔

"امو" عالمگیر نے پیچھے سے پکارا۔

"میرے پیچھے مت آنا تم۔۔ جان سے مار ڈالوں گی" وہ رک کر غصے سے پھنکاری اور پھر کمرے کا دروازہ لاک کرتے بیڈ پر اوندھے منہ لیٹے تکیوں میں سر دیے بے تحاشا روتی چلی گئی۔ "امی۔۔۔ کیوں آخر کیوں۔۔ کیوں کی آپ نے شادی اس گھر میں۔۔۔ مجھے نہیں رہنا یہاں۔۔ ہر بار چھری چلانے کیلئے امراء کی گردن ہی کیوں ملتی ہے انھیں" وہ روتے ہوئے شکوہ کر رہی تھی۔ مگر اسے سننے والا کوئی نہیں تھا اس کی ماں سامنے موجود ہوتی تب بھی نہیں ۔کیونکہ امراء کو وہی کرنا ہوتا ہے جو اس خاندان کے لوگوں نے طے کیا ہوتا ہے۔ کچھ دیر بعد جب وہ رو رو کر تھک چکی تو شکستہ قدم بھرتے واپس ہال میں چلی آئی۔ جہاں وہ سبھی اپنی نشستوں پر بیٹھے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

"میں تیار ہوں" امراء نے بنا کسی کو دیکھتے مختصر کہا۔ حنام کا چہرہ خوشی سے کھلا۔

"امو" عالمگیر نے کھڑے ہوتے اسے کچھ کہنا چاہا مگر امراء نے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہیں روک دیا۔

"مجھے شکل مت دکھانا اپنی" اسکی آواز میں غصہ، نفرت، بے بسی کیا کچھ نا تھا وہ لب بھینچ کر وہیں ٹھہر سا گیا۔

امراء کی اپارٹمنٹ بک کروائی گئی۔اسکی آنکھوں کا تفصیلی معائنہ ہونے لگا۔وہ کئی رومز اور کئی الگ الگ کاؤنٹر پر سر گرداں سی پھرتے اب ڈاکٹر کے سامنے بیٹھی تھی۔

"آپ کی آنکھیں تو کافی صحت مند ہیں" ڈاکٹر ترک زبان میں کہہ رہا تھا اور عسری ہمیشہ کی طرح ترجمانی کر رہی تھی۔"آپریشن کب کروانا چاہیں گی آپ" وہ آئی پیڈ پر اپنا شیڈول دیکھتے پوچھ رہا تھا۔

"آج،ابھی،اسی وقت" ڈاکٹر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اسکا لہجہ سپاٹ تھا وہ بنا ترجمے کے بھی سمجھ چکا تھا کہ امراء نے کیا کہا۔آج اس کا شیڈول بزی نہیں تھا تو وہ مان گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے میں بیڈ پر لیٹی تھی اور نرس اسکی آنکھوں میں سن کرنے کے قطرے ڈال رہی تھی جب عالمگیر دھیرے چلتے اسکی قریب رکھی کرسی پر آبیٹھا۔

"امو ہمیں کئی بار اس طرح کے فیصلے لین۔۔۔"

"میر دفع ہو جاؤ یہاں سے" امراء ہنوز غصے میں تھی۔امراء کو ہمیشہ صرف اسی کا ہی تو سہارا رہا تھا آج اس نے بھی اندھی کھائی میں پھینک دیا تھا۔اسے رونا آرہا تھا بہت زیادہ رونا "دور کو جاؤ میری نظروں سے،میں آنکھیں کھولوں تو تم مجھے آس پاس دکھنے نہیں چاہیے ورنہ ایسا نا

ہو کہ میں اپنا لاسک لیزر اور حنام آپریشن دونوں خراب کر دوں "اس قطعی طور پر وارن کیا۔

تو عالمگیر شکستہ سا قدم بھرتے واپس لوٹ گیا۔

بیس منٹ کی سرجری کے بعد اسے آپریشن تھیٹر سے باہر لایا جا رہا تھا تو عالمگیر اسے دور دور تک کہیں دکھائی نا دیا۔ وہ سن ہوئی نیم وا آنکھوں سے آس پاس دیکھ رہی تھی۔

عسری اسکا ہاتھ پکڑے اسے ہاسپیٹل سے باہر لے جا رہی تھی۔

پھر وہ ہوٹل کی لفٹ میں داخل ہو رہے تھے۔

وہ لافٹ میں داخل ہو چکے تھے۔ عالمگیر کہیں بھی نہیں تھا۔

اسے ڈاکٹر نے سیڑھیاں چڑھنے سے منع کیا تھا تو وہ نچلے کمرے میں لیٹ گئی تھی۔ اسے ایک ہفتے تک نا آنکھوں کو چھونا تھا نا ہی چہرے پر پانی پھینک سکتی تھی۔ وہ تمیم کرتے یا پھر گیلے ٹاول سے نرمی چہرہ صاف کرتے وضو کر رہی تھی۔ نماز بھی ایک ہفتے تک اسے اشاروں کی صورت ادا کرنا تھی۔

ہر مشکل گھڑی مہمان ہوتی ہے۔ ایک نا دن ختم ہو ہی جاتی ہے۔ ہمیں صرف خدا پر بھروسہ رکھنا ہے۔

امراء نے آنسو پیتے خود کو تسلی دی۔ مگر کوئی تو ہونا چاہیے نا جس کی گود میں سر رکھ کر انسان بے تحاشا رونے کر خود پر گزری ساری داستان بیاں کر سکے کسی کے کندھے کا سہارا لے کر اپنا غم بھلا سکے۔اس کیلیئے وہ 'کوئی' شاید کہیں نہیں تھا۔

یہ جو زندگی کی کتاب ہے،

یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے

"برفات کے بارے میں کچھ پتہ چلا" وہ دونوں کھانا لے کر آفس کی لفٹ میں داخل ہو رہے تھے جب احنف نے خضر سے پوچھا۔

"جی" خضر نے کہتے لفٹ پر آٹھ نمبر پریس کیا" عالمگیر اپنے گھر کی عورتوں کو لے کر بہت حساس ہے، خاص طور پر اپنی بیٹی کو لے کر۔ وہ اپنے دشمنوں کا نام و نشان مٹا دیتا ہے" خضر بتا رہا تھا اور احنف خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔

"لیکن جانچ پڑتال تو کرے گا نا وہ اس معاملے کی" لفٹ اپنے مطلوبہ فلور پر پہنچ چکی تھی۔ باہر نکلتے احنف نے کہا۔

Clubb of Quality Content

"جی اسی لیے اس آدمی یونیورسٹی میں سب سے پوچھ رہے ہیں" خضر نے مزید بتایا تو احنف کو کچھ ڈھارس ملی۔ وہ اب آفس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"اچھی بات ہے۔۔اس کا پتہ کرواؤ کہاں ملے گا میں خود جا کر معاملہ سلجھانے کی کوشش کروں گا"

"وہ اس وقت پاکستان میں نہیں ہے" اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے احنف کا ہاتھ تھما" وہ اور اس کی فیملی بیرون ملک گئے ہوئے ہیں" خضر نے مزید بتایا" کہاں۔۔ابھی کچھ عین مطابق معلوم نہیں" خضر کی بات پر وہ سوچ میں پڑ گیا۔

"اچھا۔۔۔پتہ کرواتے رہو۔۔ کہیں کوئی سراغ ملے تو بتانا۔اس سے پہلے وہ زین تک پہنچے ہمیں اس تک پہنچنا ہوگا" احنف نے پر سوچ لہجے میں کہا تو خضر سمجھنے کے انداز سے سر خم کر گیا

۔

احنف نے زین کو یونیورسٹی سے بھی چھٹیاں کروالی تھی،اب آفس کا بقیہ فرنیچر لینے میں اور اسے سجانے میں مصروف رکھے ہوئے تھا،تا کہ وہ اس بارے میں نا سوچ سکے۔

اس نے اپنے آفس میں سامنے والی پوری دیوار پر بک شیلف لگوائی تھی، رکھنا کیا تھا اس میں انھیں ابھی کچھ پتا نا تھا، سامنے اسکی کرسی اور دس فٹ لمبی سیاہ میز جس پر خضر کے مطابق اس نے سبزیاں رکھ کر بیچنی تھیں،

دروازے کے ساتھ ایک پانچ فٹ لمبا گلدان رکھا تھا، آفس کے بیچ و بیچ میں چند سیاہ صوفے اور درمیان میں تین مختلف دائرے نما ایک دوسرے سے مختلف سائز اور انداز کی سفید میزیں، سامنے کی دیوار شیشے کی بنی ہوئی تھی تو اسے سیاہ و سفید ریشمی پردوں سے مزین کیا تھا ساتھ میں ہی نئے انداز کی سیاہ فریم کی راکنگ چیئر رکھی تھی جسکا کشن سفید تھا ساتھ میں کافی ٹیبل اور پام آئل کا پودا اسے جگہ کو آرام کی جگہ بنا رہا تھا۔

زین اس وقت احنف کی کرسی پر بیٹھا تھا سامنے لیپ ٹاپ کھلا تھا اور ساتھ ہی میز پر احنف بیٹھا اسے اسٹاک مارکیٹ میں کام کرنا سکھا رہا تھا۔

"کاروبار کا کوئی نام ونشان نہیں اور آفس دیکھیں" قد آور قدیم اور خوبصورت سفید گلدان کو صاف کرتے خضر منمنایا،

"ہم آپ کو سن سکتے ہیں خضر" احنف نے عقب سے خفگی لہجے میں کہا۔

"سنانے کیلیئے ہی بولا ہے" ڈھٹائی سے کہتے اس نے گلدان پر منہ کھولے دو بار پھوک ماری اور ہاتھ میں پکڑے کپڑے سے نادیدہ دھول صاف کرنے لگا۔

"ماموں انڈیکس نیچے جارہا ہے" زین نے پریشانی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں،" مسکرا کر کہتے اس نے پیار سے زین کے بال بکھیرے "رات تک یہ یہاں سے "اس نے اسکرین کے نیچے حصے کو چھوا" یہاں تک آجائے گا" پھر پھسلا کر اوپر لے گیا،

زین کو یہ کام بالکل سمجھ نہیں آرہا تھا اسے تو بس اسکرین پر سرخ اور سبز چھوٹے چھوٹے ڈبے نظر آرہے تھے اور اوپر نیچے جاتی سرخ سبز لائنیں،اوپر نیچے ہو رہی تھیں۔

Clubb of Quality Content

کہیں اک حسین خواب ہے

کہیں جان لیوا عذاب ہے

عالمگیر واپس جا چکا تھا وہ تینوں لافٹ میں شفٹ ہو گئی تھیں،ڈاکٹر نے امراء کو آنکھیں مسلسل بند رہنے کا کہا تھا،

حنام کے ناک پر بینڈ تیج تھی وہ دونوں بیڈ پر لیٹی رہتی، مریم ایلا کے ساتھ مل کر کام کرتے کرتے پاگل ہو رہی تھی،

"مریم نے یہاں آکر کچھ سیکھا ہو نا ہو اللہ اللہ کرنا سیکھ لیا ہے" امراء آنکھیں موندے ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی، حنام بھی ساتھ کھلکھائی۔ مریم بھی بے اختیار ہنسی اور ان دونوں کے درمیان لیٹ گئی۔

"اللہ اللہ لڑکیو میں تھک گئی ہوں" گردن کر گرد ہاتھ گھما کر تھکاوٹ نکالنے کی کوشش کی۔ حنام اور امراء پھر سے ہنس دیں "وہاں عالمگیر کا پتہ نہیں کیا ہو رہا ہو گا, پتہ نہیں کیسے مینیج کر رہا ہو گا" چھت کو تکتے اسے فکر لاحق ہوئی۔

امراء سیدھی ہو کر بیٹھی اور دھیرے آنکھیں کھولی، ساتھ رکھا کشن پکڑ کر مریم کا سر دھیرے سے اوپر کر کے نیچے رکھا، مریم نے تشکر بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم چلی جاؤ پاکستان میں یہاں سنبھال لوں گی، ویسے بھی ایک ہفتہ ہونے والا ہے اب میں کافی بہتر ہوں"

"سچ میں؟" مریم نے خوشی، حیرت اور کنفیوژ لہجے میں پوچھا

"ہاں کل ڈاکٹر نے کہا تھا اب میں نارملی دیکھنا شروع کر سکتی ہوں" اس نے تفصیلی جواب دیا تو مریم کا چہرہ کھل اٹھا۔

کبھی کھولیا، کبھی پالیا، کبھی رولیا کبھی گالیا

عالمگیر نے پاکستان واپس آتے ہی طیب کو حنام کے مسئلے کی تفصیلات نکلوانے پر لگا دیا تھا۔ وہ دونوں گھر سے نکل رہے تھے جب طیب آئی پیڈ کی اسکرین عالمگیر کی طرف کر کے چلتے ہوئے ساری تفصیل اسکے گوش گزار کر رہا تھا۔

"ابھی کہاں ہے وہ لڑکا؟" عالمگیر نے اسکرین پر سرسری سا دیکھتے پوچھا۔ جہاں زین کی تصویر جگمگا رہی تھی۔

"وہ کافی دنوں سے یونیورسٹی نہیں آیا۔۔ اپنے ماموں کے پاس روپوش ہے" طیب نے کار کا دروازہ کھولتے بتایا۔

"ٹھیک ہے آفس سے پہلے وہیں چلو" عالمگیر کہہ کر کار کے اندر بیٹھ گیا۔ طیب نے سمجھنے کے انداز سے شر خم کیا اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے کار کے ٹیب میں لوکیشن ڈال دی۔

بیچ راستے میں اسے ایک کال موصول ہوئی "ٹھیک ہے "اس نے مختصر کہہ کر کال بند کر دی اور پلٹ کر عالمگیر کی طرف دیکھا جو اپنے لیپ ٹاپ پر کام میں مصروف تھا۔

"وہ لڑکا آج یونیورسٹی میں دکھا ہے" عالمگیر نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے وہیں چلو"

طیب نے سر خم کرتے ٹیب ہر لوکیشن چینج کر دی۔

"اسے کہو پارکنگ ایریا میں لے آئے اس لڑکے کو" عالمگیر نے مزید کہا تو طیب نے فوراً کال کرتے پیغام بھیجا۔

کچھ دیر بعد وہ یونیورسٹی کی پارکنگ ایریا میں تھے زین سہما سا عالمگیر کے ساتھ پچھلی سیٹ پر براجمان تھا۔ طیب اور ڈرائیور باہر نکل کر ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ زین ہراساں سا ارد گرد دیکھ رہا تھا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" عالمگیر نے نرم لہجے میں پوچھا۔

""زے۔۔" اسکا ڈر کے مارے گلہ خشک ہوا بمشکل تھوک نگلتے دوبارہ بولا "زین العابدین سومرو"

"گڈ زین" عالمگیر سیدھے ہو کر اسکی طرف قدرے جھکا تو زین بے اختیار پیچھے ہوا "تم نے اگر کچھ غلط نہیں کیا تو تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے" وہی شفقت بھرا لہجہ "لیکن اگر میری بیٹی کے آنسوؤں کے پیچھے تمہارا ہاتھ ہے تو تم بہت بڑی مشکل میں ہو" اب کے لہجہ برفیلا تھا جسکی سنسناہٹ زین کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔وہ تھوک نگلتے ہراساں نظروں سے عالمگیر کو دیکھ رہا تھا۔اور عالمگیر اسکے جواب کے انتظار میں برف جیسی آنکھیں اس پر جمائے ہوئے تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا ہے یہ سب اس لڑکے نے کیا ہے اسی کی وجہ سے حنام روئی ہے" زین نے بمشکل کہا۔

"کون لڑکا؟" عالمگیر نے فوراً پوچھا۔

"ماموں کے دوست کا بھائی۔۔وہ مجھے ٹریپ کر رہا ہے"

"کس لیے؟" عالمگیر نے دوبارہ اسی وقت سوال کیا۔

"کیوں کہ وہ ماموں کے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔اسی لیے میرا استعمال کر کے حنام کو ہرٹ کیا کیوں کہ وہ جانتے ہیں آپ یہ برداشت نہیں کریں اور نا ہی شاید مجھے زندہ چھوڑیں"اسکی بات پر عالمگیر مسکرایا تھا یا شاید زین کو ایسا لگا ہاں مگر اسکے تاثرات میں نرمی آگئی تھی۔

"تو تمہارا کوئی ہاتھ نہیں ہے"عالمگیر نے پوچھا تو زین نے پہلے نفی میں سر ہلایا پھر ڈر کے مارے ہاں میں ہلا گیا۔عالمگیر نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ۔۔وہ دراصل پراجیکٹ کیلئے تھوڑی ان بن ہو گئی تھی ہمارے بیچ میں"اس نے فوراً بتایا "لیکن بات زیادہ آگے نہیں بڑھی تھی مطلب وہ اتنی ہرٹ نہیں ہوئی تھی"فوراً اپنی صفائی بھی پیش کی۔

عالمگیر چند ثانیے اسی تاثرات کے ساتھ زین کو دیکھتا رہا"معافی مانگی پھر تم نے حنام سے ؟" اسکے سوال پر وہ گڑبڑا گیا۔

"وہ کال نہیں اٹھا رہی میرا"اور گڑبڑاہٹ میں تو جھوٹ ہی نکلتا ہے منہ سے۔عالمگیر نے سمجھتے اثبات میں سر ہلایا۔زین دھڑکتے دل سے اسکے اگلے رد عمل کا انتظار کر رہا تھا جانے وہ کیا کہے یا کیا کرے۔

"میں حنام سے کہوں گا وہ تمہاری کال پک کر لے گی۔۔ تم جاؤ اپنی کلاسز اٹینڈ کرو" زین لایقینی سے عالمگیر کو دیکھ رہا تھا۔ کیسا دھنک جیسا آدمی تھا پل میں مہرباں پل میں جلاد۔

وہ جان کی امان پاتے واپس مڑ کر کار سے باہر نکلا "سنو" عالمگیر کی پکار پر رکا۔

"اس لڑکے کا نام وغیرہ میری سیکرٹری کو بتاتے جانا" طیب کی طرف اشارہ کیا تو زین نے سمجھتے سر خم کیا "اور خبردار جو میری بیٹی سے آئندہ کوئی کام کروایا تم نے" وارننگ دیتے دو انگلیوں سے جانے کا اشارہ کیا۔ زین رکی سانسیں بحال کرتے کار کا دروازہ بند کیا۔ جتنی ڈیٹیلز پتہ تھیں طیب کو بتائیں۔ اب حنام کو منانا تھا اسے۔۔ زچ ہو کر سوچتے وہ یونیورسٹی کی طرف چل دیا۔

"ویسے عالمگیر صاحب اتنے برے آدمی بھی نہیں ہیں" زین نے چلتے خود کلامی کی۔

کہیں رحمتوں کی ہیں بارشیں،

کہیں تشنگی بے حساب ہے

Clubb of Quality Content

زین کو یونیورسٹی چھوڑ کر احنف سید ھا فرقان کے گھر آیا تھا۔ڈیفینس کے پوش ایریا میں واقع وہ سفید حسین مینشن دشمنوں کا ٹھکانہ تھا۔ملازم اسے اندر لا کر ڈرائنگ روم کی طرف لے جانے لگا تو وہ وہیں ہال میں ٹھہر گیا۔

"اپنے صاحب کو لے آئیں ہمیں چند منٹ ہی بات کرنی ہے" احنف نے کہتے مرکز میں بل کھاتی سیڑھیوں کی جانب دیکھا۔وہیں اوپر ہی تو اس کا کمرہ تھا۔احنف کونسا پہلی بار اس گھر میں آیا تھا۔نا وہ گھر سے انجان تھا نا ہی ملازموں سے ہاں مگر انسان وہاں شیطان بن چکے تھے۔

ملازم کو اوپر جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔اسے پہلے ہی احنف کے گھر آنے کی خبر ہو گئی تھی ۔وہ سیڑھیوں سے اترتا دکھائی دیا۔فرقان نے پرانے احنف جیسا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ بلیک پینٹ،سفید شرٹ کے اوپر سسپینڈرز لگائے گردن کے گرد رومال لپیٹے وہ مغرور انداز میں سیڑھیاں اتر رہا تھا۔احنف نے مسکرا کر سر جھٹکتے پرانی یادوں کو ذہن سے معدوم کیا۔

"آج تو بڑے بڑے لوگ ہمارے غریب خانے میں آئے ہیں" فرقان طنز سے کہتے اس کے قریب آیا اور پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا ہو گیا۔احنف کے چہرے پر سنجیدگی طاری

ہوئی سامنے موجود شخص اب اسکا رفیق نہیں فریق تھا اور جب دوست دشمن بن جائیں تو انسان کو سانپ سے کم اور اس دوست سے زیادہ شر کی پناہ مانگنی چاہیے۔

"آپ اپنی حد بھول رہے تھے ہم نے سوچا یاد کروادیں" احنف نے سنجیدگی سے جتایا۔ اسکی بات پر فرقان کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ کھلی۔ آج بھی احنف مرزا کے الفاظ اور سر وہی غرور لیے ہوئے تھے "آپ کی دشمنی ہم سے ہم سے منسلک لوگوں کو اس میں نا لے کر آئیں تو آپ کیلئے اچھا ہو گا" احنف نے وارننگ کے انداز سے کہا۔ مگر فرقان کو کوئی فرق نا پڑا

۔

"احنف صاحب فیملی تو آئے گی بیچ میں۔۔ آنکھ دیکھ رہیں میری" اس نے جیب سے ہاتھ نکال کر بائیں آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔ جس کے ارد گرد ٹانکوں اور ہلکے نیل کے معدوم سے نشانات موجود تھے "اس آنکھ سے مجھے کچھ نظر نہیں آتا" وہ زہر خند ہوا۔

"ایک آنکھ کا بدلہ میرا پورا جسم لہولہان کر کے لے چکے ہیں آپ" احنف کے لہجے میں درد اترا۔

"لیکن ہو تو تم زندہ نا۔۔وہ بھی صحیح سلامت" تنفر سے کہتے فرقان نے احنف کو سر سے پیر تک دیکھا۔وہ اس وقت آف وائٹ گرکھا پینٹ پر فلیٹ کالر والی ہلکے نیلے رنگ کی شرٹ پہنے سامنے کے بٹن کھولے ہوئے تھا۔داڑھی تازہ تراشی ہوئی معلوم ہو رہی تھی اور آنکھوں پر سیاہ چشمہ آویزاں تھا"جب تک تمہیں یا تمہارے کسی قریبی کو اس اذیت سے دوچار ہوتے نہیں دیکھ لیتا میرے دل کو راحت نہیں ملے گی" کہتے اس نے آنکھ کی طرف اشارہ کرتے سینہ تھپکا۔احنف کے چہرے پر جو تھوڑی بہت نرمی آئی تھی وہ واپس سے سنجیدگی میں معدوم ہوئی۔

"پھر تو یہ سینہ ہمیشہ جلتا ہی رہے گا کیونکہ اب سے احنف آپ کو آپ کی نفرت کی تپش اور اپنے عزیزوں کے بیچ دیوار بن کر کھڑا نظر آئے گا۔سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیے گا وہ احنف مر چکا ہے جسے آپ جانتے تھے" کہہ کر وہ پلٹا اور تیزی سے چلتا باہر آیا کیونکہ نا تو وہ اسے مزید دیکھنا چاہتا تھا اور نا ہی سننا۔

کہیں چھاؤں ہے کہیں دھوپ ہے،

کہیں اور ہی کوئی روپ ہے

مریم کے جانے کے بعد انھیں قدرے آزادی ملی تھی۔ وہ دونوں ڈاکٹرز سے پوچھے بنا چوری سے استنبول کی سڑکوں پر آوارہ سی نکل پڑی تھی۔ استنبول زندہ دلوں کا شہر تھا جہاں دنیا کے ہر کونے سے آیا انسان دکھ رہا تھا۔ نا کوئی رنگ میں فرق تھا نا کوئی کسی کو کپڑوں پر جج کر رہا تھا۔ نا کسی کی تنقیدی آواز آرہی تھی۔ ہر سوں بس اک خوشیوں بھری ہنسی اور سرگوشیاں تھیں۔

اسٹریٹ فوڈ کے کباب چکھنے کے بعد وہ دونوں ایک کیفے کی خوبصورت سفید رنگ کی کرسیوں پر بیٹھی قہوے اور بکلاوے کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں جب سامنے موجود دوسرے کیفے میں ہوتے آکشن پر حنام کی نظر پڑی۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد حنام نے امراء کی طرف دیکھا۔

"تمہارے پاس بیگ میں جگہ ہے؟"

"ہاں۔۔ کیوں؟" امراء نے پاس سے گزرتے سیاحوں سے نظریں ہٹاتے اچھنبے سے اسے دیکھا جواب اپنے منی کیلی بیگ سے سامان اس چھوٹی سے میز پر انڈیل رہی تھی۔

"کیا کر رہی ہو یہ" امراء نے اپنے سن گلاسز ٹھیک کرتے خفگی سے اسے ٹوکا۔ مگر اس نے سنا نہیں۔

"یہ اپنے بیگ میں ڈالو میں آتی ہوں" اپنا سامان اس کے حوالے کرتے وہ جلدی سے سیاحوں کے ہجوم سے کتراتے دوسرے کیفے میں گھس گئی۔جو کہ بمشکل دس قدم دور ہی تھا۔امراء نے ہونک سی اسے دیکھا جلدی سے اسکا سامان اپنے بیگ میں ڈالا تب تک بیرہ ان کا آرڈر لے چکا تھا۔

"تھینک یو" قہوے کے کپ کے نیچے پانچ ہزار لیرے کے نوٹ رکھتی وہ جلدی سے حنام کے پیچھے بھاگی۔اس لڑکی کا کچھ پتا نہیں چلتا کب کیا آفت کر ڈالے۔

وہ جب تک پہنچی تب تک حنام آکشن میں چیریٹی کے طور پر اپنا بیگ دیتے۔اچھا سا فوٹو سیشن کروا کر واپس بھی پلٹ رہی تھی۔

"یہ کیا تھا؟" امراء نے آکشن کے بیچ و بیچ کھڑے خفگی سے اسکا بازو پکڑا اور واپس آنے کیلئے مڑی۔

"چیریٹی میری جان" حنام نے اک ادا سے کہا۔

"کس خوشی میں" جل کر پوچھتے اس نے آخری نظر اس اسپیشل ایڈیشن منی کیلی بیگ پر ڈالی جسے پانے کیلئے حنام نے زمین آسمان ایک کر دیے تھے۔

"دیکھو پورے کراچی میں بلکہ پاکستان میں میری سرجری کو لے کر افواہیں پھیل رہی ہیں۔۔ اب یہ چیریٹی پوسٹ جب سوشل میڈیا پر پھیلیں گی تو سب کو پتہ چل جائے کہ ایسا کچھ نہیں ہے میں تو مزے سے استنبول کا ٹرپ انجوائے کرنے آئی ہوں" امراء نے رک کر حنام کو دیکھا جو چالاکی سے مسکرا رہی تھی۔ وہ اتنی بھی بچی نہیں تھی جتنا اس کا باپ اسے سمجھتا تھا۔

کہیں چھین لیتی ہے ہر خوشی،

کہیں مہربان بے حساب ہے

مرزا محل کی دیواریں خاموش چہروں کو تکتے تکتے اداسی میں ڈھل رہی تھیں۔ زاویار نے اپنی فیملی کو ان تینوں سے بالکل ہی الگ کر لیا تھا۔ دس لوگوں کے بیٹھنے ڈائننگ ٹیبل پر تین افراد زندگی کو زندہ رکھنے کے جتن کرتے رہتے۔

ناشتے کی ٹیبل سجائے ابھی بھی کاروبار اور ادھر اُدھر کی باتوں میں مصروف تھے جب خضر نے عالمگیر اور رمیہ کو سیڑھیاں اتر کر ڈائننگ ٹیبل کی طرف آتے دیکھا۔ اسکے ناشتے پر تھمے

ہاتھ دیکھ کر احنف نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو احنف کے چہرے کے تاثرات بھی سختی میں بدلے۔

"میں باہر آپ کا انتظار کر رہا ہوں" کھانے سے ہاتھ کھینچ کر نیپکن سے صاف کرتے خضر کھڑا ہوا۔ کرسی کی پشت پر ٹنگا کوٹ اٹھا کر احنف سے کہا اور باہر کو قدم بڑھا دیے۔ اس کا اندازہ بالکل درست تھا آج کا ناشتہ رمیہ اور زاویاران کے ساتھ کرنے آئے تھے۔

"السلام و علیکم.... صبح بخیر" زاویار نے خوشدلی سے بلند آواز میں کہا۔

"و علیکم السلام" نوشاد بیگم نے سادہ لہجے میں کہا احنف محض سر خم کر کے رہ گیا۔ وہ دونوں اپنی اپنی نشستیں سنبھال چکے تو بیگم جان نے خادمہ خاص سے ان کے سامنے پلیٹیں رکھنے کا اشارہ کیا۔

"خیریت ہے۔۔ آج ہمیں کیسے نوازش بخشی" بیگم جان نے بغور دونوں کے چہرے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بیگم جان ہم آپ کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتے" زاویار نے برا مناتے شکوہ کیا اور ملازم کو ہاتھ اشارے سے مزید کھانا پلیٹ میں ڈالنے سے روکا۔ اس کے شکوے کا ان کے پاس کوئی

جواب نہیں تھا وہ محض گہری سانس لے کر رہ گئیں۔احنف نے اب تک کوئی بات نا کی تھی۔

وہ بس کھانا کھانے میں مصروف تھا یا شاید خود کو دکھا رہا تھا۔

ڈائننگ ٹیبل پر چھری کانٹوں کے پلیٹ سے ٹکرانے کے علاوہ کوئی اور آواز نمایاں نا تھی۔

زاویار نے گلہ کھنکھارتے خاموشی کو توڑا۔

"ہم فیکٹری کیلیئے ایک ایڈ کیمپین کروا رہے ہیں"اس نے جتنی خوشدلی سے بتایا سامنے اتنا زیادہ ٹھنڈا رد عمل تھا۔

"اچھا۔مبارک ہو"احنف نے مختصر کہا۔اسکا لہجہ اور چہرہ سپاٹ تھا۔

رمیہ اشارے کنایوں میں زاویار کو بات کرنے کا کہہ رہی تھی۔احنف انجان بنا اپنے کھانے کی طرف متوجہ تھا۔

"ابی"زاویار نے گلہ کھنکار کر متوجہ کیا۔احنف نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا کہا کچھ نہیں"ہم سوچ رہے تھے خظاف کے ساتھ مل کر کیمپین کریں کیسا رہے گا"احنف نے نا سمجھی سے باری باری سب کو دیکھا۔

"کس طرح کی؟"احنف کا لہجہ ہنوز سپاٹ تھا۔

"فیکٹری کی سیل ڈاؤن چل رہی ہے آجکل" زاویار نے جھجھکتے بتایا تو اسے ساری بات سمجھ آئی۔اسکے تنے ابرو ہموار ہوئے۔خظاف ابھرتا ستارا تھا اور خظاف کا سہارا لے کر وہ اپنا کاروبار چمکانا چاہتے تھے۔

"تو ہم سوچ رہے تھے خظاف کے ساتھ مل کر پروموشن کریں تو۔۔۔"

"لیکن خظاف نے کبھی بھی آپ کی فیکٹری کا کپڑا استعمال نہیں کیا" احنف نے کہا تو رمیہ گڑبڑاتے زاویار کو دیکھنے لگی۔

"ہاں تو ہم فراہم کریں گے ناں۔جس طرح کا کپڑا چاہیے بتادینا" احنف اثبات میں سر ہلاتے گود میں رکھے نیپکن سے ہاتھ پونچھنے لگا۔

"خظاف میرا برانڈ نہیں ہے۔وہ خضر کی محنت اور اسکی کامیابی ہے۔میں اس سے پوچھ کر ہی آپ کو مزید بتا سکتا ہوں" زاویار کے چہرے پر سختی در آئی۔اب اسے ایک غلام سے اجازت لینا ہوگی۔احنف آرام دہ لہجے میں کہتے اسکا سینہ جلا گیا تھا۔

"خدا حافظ" سب کو ایک ساتھ کہہ وہ باہر کی طرف بڑھ گیا تھا۔پیچھے سے زاویار غصے سے تلملا رہا تھا۔

"وہ ایک غلام کو مجھ پر ترجیح دے رہا ہے۔اپنے بڑے بھائی پہ۔کچھ کہیں گی نہیں آپ؟" زاویار کی آواز میں غصہ نمایاں تھا۔بیگم جان بھی نیپکن سے ہونٹ اور ہاتھ صاف کرتے کھڑی ہوئیں۔

"وہ تو ایک غلام کو ترجیح دے رہے ہیں آپ نے تو سگے بھائی کو چھوڑ دیا تھا۔تب آپ کو کچھ نہیں کہا تھا تو اب انھیں بھی نہیں کہیں گے"نوشاد بیگم نے صاف گوئی سے کہا مانو وہ ان سے کوئی امید نا رکھے۔

"آپ کے بیٹے کو ہر بار میں نے سنبھالا اسکا پھیلایا ہوا گند ہمیشہ میں نے سمیٹا ہے۔یہ صلہ دے رہے ہیں آپ دونوں مجھے"زاویار غصے سے بولتے اپنی جگہ پر کھڑا ہوا۔کرسی بے سہارا سی زمین پر جا گری۔

"آپ نے کوئی احسان نہیں کیا ہم پر"نوشاد بیگم نے بے تاثر لہجے میں ٹوکا"ہماری،احنف دونوں کی جمع پونجی آپ کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ہم نے کبھی آپ سے ایک روپیہ کا حساب نہیں لیا۔پیسوں پر تو کوئی بھی ہمارا بگاڑا ہوا سمیٹ لے گا جب رشتہ نبھانے کی باری آئی تب کائروں کی طرح کیوں دم دبا کر بھاگے تھے۔تب آپ کا امتحان تھا۔تب سینہ ٹھونک کر اس

کے سامنے ڈھال بنا کر کھڑے رہتے تو آج وہ آپ کے ایک اشارے پر پوری دنیا آپ کے قدموں میں رکھ دیتے" ملامت سے صاف گوئی انداز میں کہتے انھوں نے مڑنا چاہا۔اس سے زیادہ وہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتی تھیں۔

"اس کا انجام بہت برا ہو گا بیگم جان" زاویار نے کھلے عام دھمکی دی۔ بیگم جان کا پلو سمیٹتا ہاتھ تھما انھوں نے نظریں اٹھا کر بیٹے کی جرأت کی داد دی۔

"ہمارے انجام سے پہلے آپ اپنے انجام کی فکر کریں۔ یہ نا ہو کہ ہم اپنی جائیداد آپ سے واپس لے لیں۔ ہم چاہیں تو کسی بھی وقت آپ کو قطع تعلق کر سکتے ہیں۔ یہ اثاثہ ہمارے والدین کا دیا ہوا ہے آپ کے والد کا نہیں۔ جائیں جا کر ان سے اپنی جائیداد لیں" بھرم اور وقار سے سر اٹھائے انھوں نے کہا اور ایک قدم بھرتے زاویار کے قدرے قریب آئیں" اگلی بار ہماری طرف آنکھ اور انگلی اٹھانے سے پہلے دو بار سوچیے گا" ان کے لہجے کی سردی نے زاویار کو ڈھلکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

جب اپنوں کو جلتا چھوڑ دیا جاتا ہے تو پلٹ کر راکھ میں جذبات نہیں ڈھونڈا کرتے۔

یہ جو زندگی کی کتاب ہے،

یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے

حنام کی چیریٹی سے اسے فائدہ ہوا ہو یا نا ہو مگر امراء کو کافی فائدہ پہنچا تھا۔ پوسٹ دیکھنے کے بعد شیف قدیر نے اس سے رابطہ کیا تھا۔ وہ بھی اس وقت استنبول میں تھے اور امراء بھی استنبول کے پھیکے کھانے کھا کھا کر تنگ آچکی تھی۔ بلاشبہ خوبصورتی میں استنبول دنیا کا دل تھا مگر وہاں کے کھانے کافی پھیکے تھے خاص طور پر پاکستانیوں کیلئے جنہوں نے بچپن سے ہی تیز مصالحہ جات کا استعمال کیا ہو۔ امراء کو ویسے بھی ابھی کچھ دن کچن اور گرمی سے پرہیز کرنی تھی اور ملازم بھی خاص ترک تھے تو ان سے بھی چٹپٹی ڈشز کی امید کرنا بے کار تھا تو امراء کے اسرار پر شیف قدیر اپنی امیر مالکن (بقول ان کے) سے اجازت لے کر اپنا سامان لیے ان کے لافٹ میں شفٹ ہو چکے تھے۔ اور امراء کو اب کسی اور ملازم کی ضرورت نا رہی تھی تو ایک خادمہ اور سیکیورٹی عملے کے علاوہ باقی سب کو رخصت دے دی تھی۔

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد امراء ستانے لیٹ چکی تھی۔ حنام اس کے پاس کمبل میں پاؤں چھپا کر بیٹھے سوشل میڈیا کو اسکرول کرتے وقت گزار رہی تھی۔ جب فرینڈز سجیشن میں زین العابدین کا نام جگمگا تا دکھا، اس نے تھوڑا جھجھکتے اسکی پروفائل اوپن کی۔ ابھی انگلیاں

چلاتے اوپر نیچے کرتے جائزہ لے ہی رہی تھی کہ اسکرین پر آتی کال کا نام پڑھتے اس نے شاک سے موبائل دور پھینکا۔اور پھر گردن گھما کر امراء کو دیکھا۔وہ ہنوز آنکھیں موندے چت لیٹی ہوئی تھی۔موبائل ہنوز وائبریٹ ہوتے تھر تھرا رہا تھا حنام نے تھوک نگلتے قدرے حیرت اور بے یقینی سے موبائل فون اٹھایا۔اسکرین پر زین کا نام پورے یقین سے چمک رہا تھا۔

حنام سے کال ریسیو کرنے کی ہمت نا ہو سکی "اب کیوں کر رہا ہے کال "اس نے نروٹھے پن سے کہتے موبائل گود میں رکھا۔پھر سے زین کی کال آنے لگی وہ کشمکش میں مبتلا سی کبھی موبائل اور کبھی امراء کو دیکھتی "امراء کو اٹھا کر پوچھوں کیا۔۔کہ اسکی کال ریسیو کرنی چاہیے یا نہیں "وہ لب کاٹتے ابھی سوچ رہی تھی اسکرین دوبارہ بند ہو گئی۔کچھ دیر کے توقف کے بعد تیسری بار پھر سے کال آئی۔تو حنام نے چھلانگ لگا بیڈ سے اترتے کھڑکی کے قریب آکر چور نظروں سے امراء کو دیکھتے کال ریسیو کرتے موبائل کان سے لگایا۔

"ہیلو۔۔حنام ؟"دوسری طرف وہی ظالم جان تھا۔جس کا دیدار ہوئے ایک ہفتے سے زائد عرصہ گزگیا تھا۔

"حنام سن رہی ہو مجھے ؟"اس کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔حنام کے دل کی ڈھڑکنیں منتشر ہونے لگیں ۔حنام ساتھ پڑی کرسی کا سہارا لیتے اس پر بیٹھ گئی کہا کچھ نہیں۔

"ایم سوری حنام۔۔ایم رئیلی سوری میں نے تمہارا دل دکھایا"وہ شرمندہ سا بول رہا تھا"بٹ آئی سوئیر اس دن ٹیرس پر جو کچھ بھی ہوا اس میں میرا کوئی عمل دخل نہیں ہے"

"جانتی ہوں"حنام نے پہلی بار کچھ کہا وہ بھی ناراض لہجے میں۔

"جانتی ہو؟"زین کو صدمہ ہوا۔

"ہمم"حنام نے لب کاٹتے مختصر کہا۔

"کیسے؟"زین نے فوراً پوچھا۔

"ڈیڈ نے کال کر کے بتایا تھا"

"اور پھر بھی تم مجھے اگنور کر تا رہی ہو۔سچ جاننے کے باوجود؟"وہ صدمے سے شکوہ کر رہا تھا ۔

"شکوہ کر رہے ہو؟"حنام نے خفگی سے پوچھا۔

"بالکل" زین نے دوبدو کہا۔

"کس حق سے؟" حنام کی زبان سے پھسلا۔

"اس لیے کیونکہ۔۔۔" وہ تیز تیز بولتے رکا۔ حنام لب کاٹتے اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ دوسری طرف چندپل کی خاموشی چھائی "کب آرہی ہو واپس؟" اس بات کو ادھوری چھوڑے۔ وہ نیا سوال پوچھ رہا تھا۔

"کیوں تمہیں انتظار ہے؟" اس بار پھر حنام نے اسے لاجواب کردیا تھا۔

"ہاں" گہری سانس لے کر سر تسلیم خم کرتے زین نے کہا" تمہیں مس کر رہا ہوں"

حنام کا دل بلیوا چھلا" کیوں؟" بے قراری سے کھڑے ہوتے پوچھا۔

"پتہ نہیں" زین نے سادگی سے کہا" پر یونیورسٹی آتے ہی تمہاری کمی محسوس ہونے لگتی ہے۔ کوئی ہے ہی نہیں جو تنگ کرے۔ جو میرے انتظار میں رستے میں کھڑا ہو" وہ کہہ رہا تھا اور حنام کا روم روم خوشی سے جھوم رہا تھا۔ اسکے گال شرماہٹ سے سرخ ہو رہے تھے۔

"جج۔۔ جلد آجاؤں گی" حنام نے خوشی سے ہکلاتے جواب دیا۔

"جلد آنا میں انتظار کروں گا تمہارا" کہہ کر کال کٹ کرتے اسکی ڈھڑکنیں بے ربط کر گیا تھا۔ اسکے کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔ان میں بس ایک ہی فقرہ گونج رہا تھا" جلد آنا میں انتظار کروں گا تمہارا"۔ حنام لمبی لمبی سانسیں بھرتے خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کون تھا؟"جب عقب سے آتی امراء کی آواز نے اسے اچھلنے پر مجبور کر دیا۔ جس کے نتیجے ہاتھ سے فون چھوٹ کر فرش پر جا گرا۔اس نے برا منہ بناتے دانت پیس کر آنکھیں موند کر سوئی امراء کو دیکھا۔

"وہ۔۔۔وہ کلاس فیلو تھی"اس نے جھک کر موبائل اٹھاتے بہانہ بنایا۔

"تمہاری سر گوشیوں سے ایسا لگا تو نہیں مجھے"امراء کے لہجے میں شق نمایاں تھا۔

"کلاس فیلو ہی تھی"حنام نے موڈ خراب ہونے پر بدمزہ ہوتے کہا" پتہ نہیں کیا کیا سنتی رہتی ہو"ڈانٹ کر کہتی کمرے سے باہر نکل گئی۔امراء نے دھیرے سے آنکھیں کھولتے دروازے کو دیکھا جہاں غائب ہوئی تھی۔

"اس بار تمہارے کسی کارنامے کا ہرجانہ اگر مجھے بھرنا پڑا نا چھوڑوں گی نہیں میں تمہیں" باآواز بلند امراء نے جتایا مگر وہ کانوں میں ائیر پورڈز لگائے، باہر ہال میں صوفے پر بیٹھی دوبارہ سے زین کے اکاؤنٹ کو چیک کرنے میں مصروف ہو چکی تھی۔

****

احنف اور خضر کا آفس دھیرے دھیرے سیٹ ہونے لگا تھا۔ بلآخر احنف خضر کو اس ڈربے سے نکال لایا تھا۔ احنف نے جو پراپرٹی رینٹ پر لی تھی وہ کافی وسیع ایریا تھا تو اس نے درمیان میں گلاس کی دیوار لگواتے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ بیچ میں ایک دروازہ بھی رکھا تھا تا کہ آنے جانے میں آسانی ہو۔

خضر کی ٹیم دن بدن بڑھتی جا رہی تھی اور احنف کے پاس ایمپلائی کے نام پر خضر اور زین موجود تھے تو اسے اپنے آفس کے علاوہ زیادہ کچھ سیٹ نہیں کرنا پڑا۔ ہاں مگر باہر تکلفانہ طور پر ان دونوں کیلئے ڈیسک رکھوا دیے تھے۔

ابھی بھی احنف لیپ ٹاپ کھولے اسٹاک مارکیٹ کی گھٹتی بڑھتی مارکیٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔ جب اسے اسماعیل کنسٹرکشن کے شئرز کثیر تعداد میں بکتے ہوئے دکھے۔ تھوڑی سرچ کے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بعد اس نے شیر از خرید نا شروع کیے۔مارکیٹ ڈاؤن تھی تو انھیں خرید نا عقلمندی تھی۔پھر کچھ سوچتے لینڈ لائن پر پانچ پر یس کرتے خضر کے آفس میں کال ملائی۔

"جی بھائی"اس نے فوراً کال اٹھاتے پوچھا۔

"اسماعیل کنسٹر کشنز کو جانتے ہو"احنف نے تیزی سے بکتے ان کے شئیرز کو لیپ ٹاپ پر دیکھتے پوچھا۔

"نہیں تو"خضر نے لاعلمی ظاہر کی۔

"نمبر بھیج رہا ہوں انھیں کال کر کے کہو اسٹاک مارکیٹ سے شئیرز ہٹائیں۔۔مجھے ان کی پوری کمپنی خریدنی ہے"اسکی بات پر خضر ایک پل کو خاموش ہوا۔

"جی بہتر"پر اس سے سوال نہیں کر سکتا تھا۔

"فوراً کال کرو اور مجھے جواب ہاں میں ہی چاہیے"تنبیہہ کرتے کال کٹ کی اور جلدی سے موبائل پر انگلیاں چلاتے ساری انفارمیشن لکھ کر بھیجی۔

خضر سے بہتر کسی کو کوئی نہیں منا سکتا تھا اور اس بات سے وہ اچھے سے واقف تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

****

پاکستان واپس آنے کے بعد امراء جھنجھنلائی سی پھرتی تھی۔ ہر دو منٹ کے بعد ماریہ کو آواز دیتے وہ کونوں کھدروں کی صفائی پر لگا دیتی۔

ابھی بھی زچ ہوئی کھڑی اپنے باتھ روم کو ناپسندیدگی سے دیکھ رہی تھی "اف۔۔۔ماریہ" پھر بلند آواز سے ماریہ کو بلایا۔وہ سر پر پیر رکھے جلدی سے اس کے پاس چلی آئی۔

"کیا ہوا مادام" وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"میرے باتھ روم کی حالت دیکھو۔صفائی نہیں کروائی تھی کیا؟" وہ زچ ہوتے بول رہی تھی۔

"میں نے آج ہی تفصیل سے کروائی ہے" ماریہ نے جلدی سے کہا۔

"کہاں کروائی ہے "اس نے چہرہ گھما کر ماریہ کو ڈانٹا" کیبنز کے نیچے دیکھو کتنی گندگی ہے۔ نل کے ارد گرد۔اور یہ صابن "اس نے سائیڈ کیبن کی طرف کیا" کتنے بے توجہی سے رکھے ہوئے ہوئے۔ٹاولز بھی بدلو۔کلینگ ٹیم کو واپس بلواؤ۔دوبارہ سے کرواؤ سب "وہ زچ سی تفصیل سے بتا رہی تھی اور ماریہ ہونکوں کی طرح اپنی مالکن کو دیکھا رہی تھی۔کہ آنکھوں کے علاج کی جگہ سر پر چوٹ تو نہیں لگوا آئیں۔

امراء جہاں ہوتی تھوڑی دیر بعد ماریہ کو آواز دے کر صفائی کروانے لگتی۔حتیٰ کہ اس نے ابراہیم کو بھی ڈانٹ لگادی تھی۔

"فریج اور پینٹری صاف کرنے کیلئے میں الگ سے بندے ارینج کرواؤں؟" وہ ڈانٹتے ہوئے پوچھ رہی تھی اور کونے میں صوفیہ اور ماریہ ہنسی دبائے انھیں دیکھ رہی تھی۔ایک بار کو تو ماریہ نے لوچھ ہی لیا "مادام کہیں غلطی سے لیزر کی جگہ دوربین ٹریٹمنٹ تو نہیں کروالیا" امراء نے گھوری دیتے اسے دیکھا اور پھر خود ہی ہنس دی۔

"پتہ نہیں یار مجھے چشمہ یا لینسز لگا کر ایسے چیزیں نہیں دکھتی تھیں۔شاید وہ تھوڑی دیر بعد اتار دیتی تھی تو ان سب پر دھیان نہیں جاتا تھا۔پر اب تو ہر وقت سب صاف شفاف آئینے کی

طرح دکھتا ہے تو مجھے الجھن ہوتی ہے "امراء نے بے چارگی سے کہا" مجھے تو لگتا ہے مجھے او۔ سی۔ ڈی ہو رہی ہے "اس نے کہا تو ماریہ نے بھی تائید میں سر ہلا یا۔

" بالکل صحیح لگتا ہے آپکو " کہتے وہ وہاں سے چلی گئی۔ کیونکہ امراء کی وضاحت اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

ایک نارمل انسان ایک لیزر کروائے انسان کو نہیں سمجھ سکتا۔ کبھی بچوں کو دیکھا ہے آپ نے کس طرح وہ کونوں سے چھپی چیزیں ڈھونڈ لاتے ہیں۔ جن کی آپ کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ لاسک لیزر میں بھی آنکھ اس بچے کی آنکھ کی طرح روشن اور تیز ہو جاتی ہے اور ایک میچور دماغ جو چیزوں کو اگنور کرنا سیکھ گیا ہو وہ جب باریکیوں پر نظر ڈالتا ہے تو زچ ہونے لگتا ہے۔ اپنے ارد گرد سے حالانکہ کہ یہ نظر تو اصل نعمت ہوتی ہے۔ جسے ہم غور و فکر اور اسکریز دیکھ دیکھ کر آہستہ آہستہ معدوم کر دیتے ہیں۔

" جابر میرا مینیو چینج کرنے کا سوچ رہا ہے آپ اس سے بات کر لیجئے گا" عالمگیر نے ناشتہ رکھتے اپنے جم ٹریز کا بتاتے ابراہیم کو تاکید کی،

"جی بہتر" ابراہیم ادب سے سر خم کرتا واپس کچن مڑ گیا اب کے اس نے امراء حنام کی طرف نگاہ کی جو خاموشی سے اپنا کھانا کھا رہی تھی۔

"کیسی ہو ڈیڈ کی جان" حنام کانوں میں ایئر پرڈز لگائے ہوئے تھی اس کے متوجہ کرنے پر کانوں سے نکال کے ٹیبل پہ رکھے۔ "میں بالکل ٹھیک فرسٹ کلاس" چہکتے ہوئے جواب دیا پھر اسے دیکھتے اسکی آنکھوں میں خفگی اتری۔

"ڈیڈ آپ نے آج پھر ٹائی نہیں پہنی" اس نے شکوہ کیا۔

"ڈیڈ کی جان آپ کو بتایا تو ہے۔۔ حکمران ٹائی نہیں پہنتے" وہ ہلکا سا مسکرایا اور کن اکھیوں سے سپاٹ چہرہ لیے بیٹھی امراء کو دیکھا۔

"پھر بھی ڈیڈ آپ پر اچھی لگتی ہے" حنام بضد ہوئی "ٹھیک ہے مادام کل سے آپ کے حکم کی پیروی ہو گی آج جان بخشی جا سکتی ہے؟" اس کی بات پر وہ ہلکے سے کھلکھلائے مگر امراء خاموشی سے اپنا کھانا کھاتی رہی۔

"کیسی ہو امراء" عالمگیر کی آواز پر اس نے سر اٹھا کے اسے دیکھا۔

Clubb of Quality Content

"ٹھیک ہوں" مختصر کہتی وہ واپس اپنے کھانے پر جھک گئی۔ وہ اس سے ابھی بھی ناراض تھی۔

اسے واضح طور پر اندازہ ہو رہا تھا۔

"کاروبار کیسا چل رہا ہے، کوئی پرابلم ہے تو میں ہیلپ کروں؟" میر نے دوبارہ پوچھا اس سے پہلے کہ امراء کوئی جواب دیتی مریم بول پڑی "وہ ایک سیلف انڈیپینڈنٹ لڑکی ہے اسے آپ کی کیا ضرورت وہ اپنے معاملات خود دیکھتی ہے" مریم نے آرام سے کہا مگر میر کو طنز سے لگا۔ میر نے ایک سخت نگاہ اس پر ڈالی جس پہ وہ تنفر سے سر جھک جھٹک کر رہ گئی۔

امراء بیگ اٹھاتے اٹھ کھڑے ہوئی "آفس میں بہت کام ہے آج مجھے جلدی جانا ہوگا خدا حافظ" بنا کسی کو مخاطب کیے اس نے کہا اور باہر کو چل دی اب وہ تینوں ٹیبل پہ باقی بچے تھے میر نے اپنا کھانا ختم کیا اور ہونٹ نیپکن سے صاف کیے۔

"سعیدہ خاتون نظر نہیں آ رہی آج وہ کھانا نہیں کھائیں گی کیا؟" میر نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔

"ان کی طبیعت خراب ہے امراء انھیں کھانا اور میڈیسن دے کر گئی ہے وہ ابھی سو رہی ہیں"

مریم نے بے دلی سے وضاحت کی میر نے ایک نظر گھڑی پہ ڈالی اور موبائل اٹھا کر سیدھا سعیدہ خاتون کے کمرے کی طرف چل دیا۔

"وہ سو رہی ہیں" مریم نے پیچھے سے آواز لگائی لیکن وہ ان سنا کرتا ان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ آدمی کبھی میری نہیں سنتا" مریم نے ٹیبل پہ غصے سے ہاتھ مارا ریلیکس ماما حنام نے ان کی کمر سہلائی مریم بے بسی سے بیٹی کو تک کے رہ گئی اور پھر دوپٹہ جھاڑتی اپنے کمرے کی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

Clubb of Quality Content

****

سردیوں کی نرم گرم دھوپ دن کا مزہ دوبالا کر رہی تھی، حنام اور زین متبذدب سے ایک بینچ پر بیٹھے انگلیاں مروڑتے بات شروع کرنے کیلیئے الفاظ ڈھونڈ رہے تھے۔

"تو۔۔"زین نے گلہ کھنکھارتے ہمت کی۔حنام متوجہ سی اسے دیکھنے لگی"کیسا رہا ٹرپ؟"

"کافی اچھا تھا"اس نے دھیرے سے کہا،دل کی ڈھڑکن تیز سے تیز تر ہو رہی تھی یہ تو وہ حنام نا تھی جو زین کے آنے سے پہلے تھی،وہ لب کاٹتے نظریں جھکائے اپنے پاؤں دیکھنے لگی۔

"اچھی بات ہے"زین نے مختصر کہا اور ارد گرد دیکھنے لگا،عجیب احساس تھا اسطرح سے ایسے شخص سے بات کرنا جس سے آپ نے ہمیشہ کنارہ کش کیا ہو،آس پاس سے گزرتے اسٹوڈنٹس انھیں دیکھ دیکھ کر سر گوشیاں کرتے ہنس رہے تھے،اور وہ دونوں ان سے غافل بس اپنی فیلنگز کو سمجھنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہے تھے،

"کاسز لے کر کوئی خاص پلان ہے کیا کرنا ہے"حنام نے مڑ کر پوچھا،پہلی بار زین نے اسکی بڑی بڑی معصوم سی سیاہ آنکھوں کو غور سے دیکھا تھا،وہ کتنی خوبصورت تھیں اسے آج تک احساس کیوں نا ہوا،"ہیلو۔۔زین سن رہے ہو مجھے"حنام نے اسے خیالوں میں کھویا دیکھ اسکے چہرے کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

"ہاں۔۔ہاں"اس نے ہوش میں آتے بوکھلاہٹ سے کہا"میں ماموں کے پاس جاؤں گا ان کے آفس میں تھوڑا کام کرواؤں گا"اس نے تفصیل سے بتایا۔

"اچھا۔۔" حنام نے سوچ میں ڈوبے کہا" میں سوچ رہی تھی لنچ ساتھ میں کریں" وہ اسے اسرار کر رہی تھی یا پوچھ رہی تھی وہ طے نہیں کر پایا،

"ہمم۔۔ٹھیک ہے چلیں گے کوئی مسئلہ نہیں" وہ خوشدلی سے کہتا کھڑا ہوا۔

"رئیلی" حنام بے یقینی سے پوچھتے ساتھ ہی کھڑی ہوئی۔

"ہاں" زین نے کندھے پر بیگ لٹکاتے، مسکرا کر کہتے کندھے اچکائے جیسے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی،

لیکن شاید حنام کیلئے تھی کیونکہ وہ اس کے لیے خاص بنتا جا رہا تھا اور جو آپ کیلئے خاص ہو ان کا ایک لمحہ بھی بخت لگتا ہے آپکو،

وہ دونوں کلاس کی طرف واک وے پر چلنے لگے "ٹھیک ہے پھر کھانے کے بعد میں بھی تمہارے ساتھ تمہارے ماموں کے آفس چلوں گی" وہ ساتھ چلتے خوشی سے کہہ رہی تھی،

"او کے" زین نے متفق ہوتے شانے اچکائے۔

کاسز لینے کے بعد اچھے سے ریسٹورنٹ میں لنچ کرنے کے بعد زین پلان کے مطابق اسے خضر کے آفس لے آیا تھا، لیکن حنام کی زبردستی کی مسکراہٹ سے صاف ظاہر تھا، کہ اسے یہ جگہ

کچھ خاص پسند نہیں آئی تھی، اسکی نظر میں اسکے ماں باپ کے کشادہ صاف ستھرے ماحول والے آفس تھے، احنف کی طرح اسے بھی یہ جگہ کسی ڈربے سے کم نا لگی تھی

"السلام و علیکم "خضر اپنے کام مصروف دروازے کی طرف پیٹھ کیے ٹیبل پر جھکا ہوا تھا جب عقب سے آتی انجان نسوانی آواز نے اسے چونکایا اس نے پلٹ کر دیکھا تو ساتھ زین بھی بتیسی نکالے کھڑا تھا شاید وہ حنام تھی

"و علیکم السلام "خضر نے اسکیچز نیلے رنگ کی فائل میں رکھتے نرمی سے کہا۔ جسے حنام نے بخوبی دیکھ لیا تھا۔

"ماموں یہ حنام ہے " بالآخر زین نے تعارف کروایا "اور حنام یہ میرے چھوٹے ماموں خضر عبید "

"تعارف کی ضرورت نہیں مجھے پتہ چل گیا حنام ہے "خضر نے گھوری دیتے کہا

"آپ مجھے جانتے ہیں "حنام نے متجسس لہجے میں پوچھا اور مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا، جسے خضر نے تھوڑی تذبذب کے بعد ایک لمحے کیلئے تھام کر چھوڑ دیا۔

"آپکو کون نہیں جانتا حنام برفات "اسکی بات پر زین نے آنکھیں دکھائیں "زین اکثر تمہارا ذکر کرتا رہتا ہے "چھیڑنے کے بعد اس نے لہجہ خوشگوار کیا، حنام نے مشکوک نظریں زین پر مرکوز کیں "اچھے الفاظوں میں تو کیا ہے ناں "آنکھیں سیکڑے باقاعدہ دھمکانے والا لہجہ تھا

"ہر جگہ مجھے پھنسانا ضروری ہوتا ہے "زین نے کڑھتے سوچا کہا کچھ نہیں۔

تبھی خضر کی ایمپلائی ناک کرتے کمرے میں داخل ہوئی "سر داؤد ویڈیو کال پر ہیں "اس نے خضر کو مخاطب کیا وہ کب سے اسی کال کا تو انتظار کر رہا تھا ان کے نئ کلیکشن کی سلائی اٹکی ہوئی تھی اور انھیں جلد ہی اسے لانچ کرنا تھا

"میں پانچ منٹ میں آتا ہوں تب تک تم حنام کو بٹھاو کچھ اچھا کھلاؤ پلاؤ "وہ زین کے کندھے پر تھپکی دیتا سائیڈ سے گزر گیا

اس کے جاتے حنام سینے پر بازو باندھے اسکے روبرو کھڑی ہوئی "کیا کیا بتایا ہے میرے بارے میں ؟"زین نے خشک لبوں پر زبان پھیری

"کیا پیو گی۔۔ لیمینیٹ یا کولڈ کافی ؟"زین نے سوال نظر انداز کرتے پوچھا "کافی لے کر آتا ہوں "جواب سنے بنا خود ہی طے کرتے جان بچاتا باہر کو بھاگا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"زین" حنام جھنجھلائی سی پیچھے سے چیخی مگر وہ جا چکا تھا تو وہ نظریں گھما کر آفس کا جائزہ لینے لگی، پھر آہستہ قدموں سے چلتی خضر کے ڈیسک تک آئی چند ایک فائل الٹ پلٹ کر کے دیکھیں اس میں آرڈر نمبر ز لسٹ تھیں پھر اس نے نیلی فائل کا کور پلٹا اس میں موجود اسکیچز کو دیکھتے اسکی آنکھوں کا سائز بڑا ہوا وہ گھوم کر دوسری طرف گئی اور آرام سے سارے صفحے پلٹ کر دوسری طرف رکھتے دیکھنے لگی ہر گزرتا ڈیزائن اسکے چہرے کے رنگ بدل رہا تھا پھر ایک ڈیزائن پر تو جیسے نظریں اور ہاتھ ساکن ہو گئے اس نے چور نظروں سے دروازے کے پار باہر دیکھا صرف ایک ایمپلائی بیٹھا تھا وہ بھی اپنے کام میں مگن تھا، حنام نے جلدی سے ہاتھ میں پکڑے پرس سے موبائل نکال کر اس آرٹیکل کے متعلق جڑی ساری تصویروں کو اپنے موبائل کے کیمرے میں قید کیا۔

"گاڑی اسٹارٹ کرو میں آرہی ہوں" ڈرائیور کو کال کر کے مطلع کیا اور فائل کو اسی طرح بند کر کے رکھتی دبے پاؤں آفس سے باہر نکل گئی،

خضر مصروف انداز میں کان سے موبائل لگائے بات کرتا آفس میں داخل ہوا "ہاں ٹھیک ہے میں لے آؤں گا" حنام کو نا پا کر چونکتے دائیں بائیں دیکھنے لگا، تبھی زین گنگناتے ہاتھوں میں دو

کولڈ کافی کے گلاس پکڑے آفس کی طرف آیا خضر کو دروازے کے بیچ و بیچ شش و پنج میں مبتلا دیکھ "کیا ہوا" ابرو اچکا کر پوچھا

"حنام کہاں ہے؟"

"کیا مطلب کہاں ہے اندر ہے ناں" زین نے حیرت سے جواب دیا تو خضر نے دروازہ پوری طرح سے کھول دیا جیسے کہہ رہا ہو "آؤ تم دیکھ لو"

زین کی مسکراہٹ سمٹی وہ حیرت سے اندر داخل ہوا اطراف میں گھوم کر دیکھا

"حنام ہے یا سوئی جو مل نہیں رہی" خضر دروازہ بند کر کے کہتا اپنی کرسی پر جا بیٹھا، اسے ڈھونڈنے پر حنام نا ملی تو غصے سے خضر کی طرف گھوما "کیا ضرورت تھی آپکو ساس والے طعنے مارنے کی" کافی کے گلاس ٹیبل پر پٹختے تیوری چڑھائی، اس نے ایک کافی کا گلاس اٹھا کر اسٹرا ڈالتے سپ لیا

"میں نے کیا کہا" اس نے آرام سے کندھے اچکاتے پوچھا، زین کا بس نہیں چلا اسکا کچھ کر دیتا "وہ مجھ سے ناراض ہو کر گئی ہے"

"ہاں تو" خضر نے ایک اور سپ لے کر اسکی حالت کے مزے

"اللہ پوچھے گا آپکو" زین نے زور سے میز پر ہاتھ مارے اور پلٹا

"کہاں جا رہے ہو کافی تو پیتے جاؤ دماغ ٹھنڈا کرو" خضر نے شرارت سے ہونٹ دبا کر کہتے گلاس اسکی طرف سرکایا

"یہ بھی آپ کو مبارک ہو" پلٹ کر دانت پیستے کہا اور ٹھوکر مار کر دروازہ کھولتے باہر کو چل دیا۔

"اوئے ہیلو میرا دروازہ ٹوٹا نا میں تم سے پیسے لوں گا" مانو چوٹ دروازے پر نہیں خضر کے دل پر پڑی تھی، اس کا موڈ خراب ہو چکا تھا کافی کا گلاس واپس رکھتے نیلی فائل اٹھاتے واپس کام پر دھیان دینے کی کوشش کی، فائل کھولتے ہی کاغذوں آڑا تر چھا پڑے دیکھ وہ ٹھٹھکا اس نے ترتیب سے رکھے تھے سارے، حیرانی سے چند اُوراق پلٹے، دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی اس نے یک دم سر اٹھا کر خالی دروازے کو دیکھا پھر جلدی سے لیپ ٹاپ کی طرف گھوما پاور آن کا بٹن دبا کر نے چینی سے دائیں ٹانگ ہلاتے اسکے کھلنے کا انتظار کرنے لگا پاسورڈ ڈال کر جلدی سے ای میل لاگ ان کی اور سیدھا سی سی ٹی وی فوٹیج فولڈر اوپن کیا اور پندرہ منٹ پہلے کی

ویڈیو ریوائنڈ کی، اسکی ٹانگ مسلسل بے چینی سے ہل رہی تھی اور پھر وہی دکھا جس کا اسے خدشہ تھا، حنام اس کا ڈیزائن چوری کر کے جا چکی تھی

"ڈیم اٹ "خضر نے غصے سے لیپ ٹاپ اسکرین بند کی، پھر اٹھ کر آفس میں ٹہلنے لگا، اسے اس وقت کیا کرنا چاہیے تھا، اسکی سیل اچھی جا رہی تھی اسکا اسمال بزنس نام بنا رہا تھا ایسے میں اگر اسکا ڈیزائن کہیں اور دکھا تو وہ کیا کرے گا، کیا اسے زین کا بتانا چاہیے یا احنف کو "وہ بے چینی سے بال نوچتے ادھر اُدھر گھوم رہا تھا، پھر رکا گہری سانس لی اور زینب کی ڈیسک کی طرف چلا آیا

"یس سر کچھ چاہیے تھا "اس نے کام سے دھیان ہٹاتے سوال کیا

"ہاں ایک منٹ "خضر نے اس کا لیپ ٹاپ اٹھا کر بائیں کلائی پر رکھا اور انسٹا گرام پر مریم کا اکاؤنٹ سرچ کرنے لگا جو کہ زیادہ مشکل نہیں تھا تین ملین فولورز کے ساتھ بلیو ٹک لگا نظر آرہا تھا اسکی بائیو میں ہی اسکے بزنس کا اکاؤنٹ مینشن ہوا مل گیا اس پر کلک کرتے خضر نے لیپ ٹاپ واپس ڈیسک پر رکھا "زینب اس اکاؤنٹ پر پابندی سے نظر رکھو کچھ ہمارے آرٹیکلز جیسا نظر آئے تو مجھے فوراً بتانا"

Clubb of Quality Content

"کیوں سر کچھ ہوا ہے "اسی پریشانی لاحق ہوئی آخر کو وہی ڈیزائنر تھی

"نہیں فی الحال نہیں، بس اس پر نظر رکھو "وہ اسے تسلی دیتا مڑا "اور ہاں صرف مجھے بتانا"

اس نے سختی سے جتایا وہ بس سر ہلا کر رہ گئی

ابھی وہ کسی کو کچھ نہیں بتا سکتا تھا حنام کا ارادہ ناسکی چوری، اس وقت زین بھی اسے سمجھ نا پاتا اسے لگتا وہ اسے ورغلا رہا ہے، جب تک حنام وہ ڈیزائن استعمال نہیں کر لیتی اسے خاموش رہنا تھا اپنی عزت اور بھلائی کیلئے۔۔۔!

****

"مام میں آپ کیلئے کچھ لائی ہوں "حنام گھر میں داخل ہوتے ہاتھ میں موبائل پکڑے لاؤنج میں فیشن میگزین کا جائزہ لیتی مریم کو چہکتے ہوئے بتایا

"رئیلی "اگر حنام لائی تھی تو لازم کچھ خاص تھا اس نے میگزین ساتھ پڑی چھوٹی سی سنہری فریم والی شیشے کی ٹیبل پر رکھا اور پہلو بدل کر اسے بیٹھنے کی جگہ دی

"یہ دیکھیں "حنام پر جوش سی اسکرین اسکی نظروں کے سامنے کرتے ساتھ بیٹھی

"واؤ" مریم کے منہ سے بے اختیار نکلا اور اس نے موبائل ہاتھ میں لیتے تصویروں کو آگے پیچھے کرتے بغور جائزہ لیا" ہانو یہ تو سچ میں کمال کا ڈیزائن ہے" مریم حیرت اور خوشی کے احساس میں مبتلا تھی

حنام نے داد پر امراء کی طرح اک ادا سے بال جھٹکے "I know right"

مریم کو ایک پل کو اس میں امراء دکھی اسکا دل دھک سے رہ گیا۔

"پر یہ ہے کس کا تمہیں ملے کہاں سے ؟" مریم نے اپنے اندیشوں کو پیچھے دھکیلتے موڈ ٹھیک کیا

"ایسے ہی بس مام۔ فرینڈ کا ہے۔ ڈونٹ وری جسٹ یوزاٹ" حنام نے ناک پر سے مکھی اڑائی مگر وہ جانتی نہیں تھی کہ اس چھوٹی سی غلطی کا خمیازہ کتنا بڑا ہو سکتا تھا۔

یہ چھوٹا سا بٹر فلائی ایفیکٹ بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھا، بٹر فلائی ایفیکٹ کہتا ہے کہ اگر آپ ایک جگہ کوئی چھوٹا سا کام کریں تو دوسری جگہ اسکا بہت بڑا تاثر پیدا ہو سکتا ہے، یعنی دنیا میں کئی بلین افراد موجود ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک مر جائے تو دنیا کو کوئی فرق پڑے گا بھلا ؟لیکن اگر 1905 سے پہلے آئن سٹائن مر جاتا تو نا special theory of

relativityایجاد ہوتی نا جنرل تھیوری ہوتی۔ نا ٹیلیویژن بنتے۔ نا سیمی کنڈیکٹر بنتے۔ نا موبائل بنتے۔ نا کیمرہ بنتے۔ نا سیٹلائٹ بنتے تو اسی لیے کہتے ایک کہاوت ہے کہ ایک تتلی اگر جرمنی میں پر پھڑ پھڑائے تو دنیا کے دوسرے کونے میں طوفان آسکتا ہے،

اور وہی ہوا مریم نے زیادہ دن نہیں لیے اپنی اصلیت دکھانے کیلئے، خضر نے کلپ یو۔ ایس۔ بی میں ٹرانسفر کی اور اسکے آفس جا پہنچا

"میم کوئی خضر نامی شخص آپ سے ملنے آیا" مریم مطمئن سی آنکھوں پر کھیرے رکھے اپنی باس چیئر پر کرتے ڈھیلے انداز میں بیٹھ کر کرسی کی پشت پر سر گرائے آرام کر رہی تھی جب اسکی سیکرٹری نے آکر مطلع کیا

"کون خضر؟" مریم نے کھیرے ہٹائے بنا پوچھا

"میم خطاف برانڈ کا فاونڈر" سیکرٹری نے اسکے برانڈ کا نام لیا

مریم نے اچھنبے سے سیدھے ہوتے آنکھوں پر سے کھیرے ہٹائے "وہ یہاں کیا کر رہا ہے" کھیرے پلیٹ میں رکھ کر ٹیبل کی دائیں طرف والی دراز کھول کر اس میں رکھا آئینے اٹھا کر اپنا عکس دیکھتے سیکرٹری کو دیکھا "ٹھیک ہے اسے اندر بھیجو" اس کے حکم ملنے پر وہ سر خم کرتی

واپس پلٹ گئی تو مریم خود پر پرفیوم اسپرے کرتے باس چئیر سے ہٹ کر سامنے پڑے دو صوفوں میں سے ایک پر آ بیٹھی ٹانگ پر ٹانگ چڑھالی، خضر سیکرٹری کی رہنمائی میں آفس میں داخل ہوا مریم کے اشارہ کرنے پر سیکرٹری واپس پلٹ گئی

خضر نے لب بھینچے ایک نظر اس سفیدی میں لپٹے سنگ مرمر کی خوبصورتی سے مزین آفس پر ڈالی جس کے دائیں طرف سفید ورک ڈیسک اسکے پیچھے باس چئیر اور سامنے دو کرسیاں رکھی تھیں اور بائیں طرف ایک اسٹینڈ کھڑا تھا جس پر ان کی اب تک کی ساری کلیکش سجی ہوئی تھی اور سب سے سامنے وہی آرٹیکل کھڑا تھا خضر کے غصے میں مزید جوش آیا وہ لمبی لمبی سانسیں بھر کر غصہ اپنے اندر اتارتا آفس کے بیچ و بیچ پڑے دو ڈارک براؤن کلر کے آمنے سامنے پڑے صوفوں میں سے ایک پر مریم کے روبرو آ بیٹھا

"کیسے ہیں خضر صاحب" مریم نے مسکراتے اس سرمئی آنکھوں والے خوبرو شخص کو دیکھا جس کا چہرہ سرخی سے تمتمارہا تھا، سندھی ثقافت کے خوبصورت نقوش والا چہرہ ہلکی بڑھی شیو جسے نفاست سے تراشا گیا تھا وائٹ شرٹ بلیو جینز کر اوپر بلیک لیدر جیکٹ پہنے مریم کو متاثر کر رہا تھا

"میں کوئی تمہید نہیں باندھوں گا سیدھے مدعے پر آؤں گا" خضر ہاتھ ڈھیلے چھوڑے گھٹنوں پر رکھے ہوئے

"ٹھیک ہے پر اس سے پہلے کافی وغیرہ" مریم نے پوچھا مگر اس نے ان سنا کیا اور جیکٹ کی اندر والی جیب سے ایک چھوٹی سی پیپر پن جتنی یو۔ایس۔بی درمیان میں پڑی ٹیبل پر رکھی، مریم نے نا سمجھی سے اسے اور پھر یو۔ایس۔بی کو دیکھا

"یہ کیا ہے" مریم نے بایاں ابرو اٹھا کر پوچھا

"آپکی بیٹی نے میرا ڈیزائن چوری کیا ہے آرٹیکل نمبر 449.MGW"

"کیا بکواس کر رہے ہو" مریم غصے سے اپنی جگہ کھڑی ہوئی

"اس یو۔ایس۔بی میں ریکارڈنگ ہے پلے کر کے دیکھ لیجئے" خضر ریلیکس ہو کر پیچھے کو ہو کر بیٹھا اب غصہ اور پریشان ہونے کی باری مریم کی تھی

"تمہاری ہمت کی داد دینی پڑے گی میرے ہی آفس میں بیٹھ کر میری ہی بیٹی پر کیچڑ اچھالتے ہو" وہ غصے سے پھنکاری اور غصے سے اپنی میز کی طرف بڑھی "میں ابھی گارڈ کو بلوا کر تمہیں باہر پھنکواتی ہوں"

"اگر میں باہر گیا تو یہ کلپ بھی باہر جائے گی اور پورے سوشل میڈیا پر اودھم مچائے گی" خضر کی دھمکی نے ریسیو اٹھاتا اسکا ہاتھ فضا میں ہی جامد کروا دیا

وہ غصے سے پلٹ کر اسے دیکھنے لگی "تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو" مریم نے اسے وارن کیا یو۔ایس۔بی اب بھی میز پر رکھی تھی "عالمگیر کو پتا چلا تمہاری اس خباثت کا تمہارا سر قلم کر وادے گا" ڈیسک پر ہاتھ رکھ کر سہارا لیتے اسے آخری بار دھمکایا مارے وحشت اسکی آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگیں

"بلوالیں اسے بھی مورل اسپورٹ کیلئے" خضر نے نارمل لہجے میں کہا اور وہ شاید اسی بات کے انتظار میں تھی جلدی سے پلٹ کر موبائل اٹھایا اور اسپیڈ ڈائل نمبر ملایا یہ شاید دنیا کا پہلا خاندان تھا جس اسپیڈ ڈائل نمبر پر پولیس کا نہیں عالمگیر کا نمبر سیو تھا

"ہیلو، ہاں میما بولو" اسپیکر سے اس کی مصروف سی آواز ابھری

"عالمگیر میرے آفس آسکتے ہو پلیز" مریم نے سسکتے ہوئے کہا

"کیا ہوا میما۔۔ تم ٹھیک تو ہو ناں" اسکے لہجے میں پریشانی نمایاں ہوئی

"ایک شخص میرے ہی آفس میں بیٹھ کر مجھے حنام کا حوالہ دے کر دھمکا رہا ہے" مریم نے غصے نفرت سے ارد گرد کا جائزہ لیتے خضر کی طرف دیکھا

"بس پانچ منٹ آرہا ہوں میں" اسکے لہجے میں بے سختی غالب ہوئی کہتے اس نے کال کٹ کی مریم کے دل کو ڈھارس ملی وہ میز کا سہارا لیتی وہیں کرسی پر بیٹھ گئی اور پانی کا گلاس لبوں سے لگاتے ایک ہی سانس میں پانی پی گئی

خضر بے چینی سے ٹانگ ہلاتے دیوار گیر گھڑی پر ٹائم دیکھنے لگا پلک جھپکتے پانچ منٹ گزرے عالمگیر ٹھوکر مار کر غصے سے کھولتے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا عقب میں اسکے باڈی گارڈ اور سیکرٹری ایک ترتیب سے ہاتھ باندھے کھڑے نظر آئے اور اگلے ہی لمحے دروازہ بند ہو گیا مریم اپنی جگہ سے اٹھ کر اسکے سینے سے جا لپٹی اور سسکنے لگی، خضر اپنی جگہ سے ٹس سے مس نا ہوا

عالمگیر مریم کو لیے ڈیسک کی طرف چلا آیا "بیٹھو تمہارے یہاں میں دیکھتا ہوں" اسے کرسی پر بٹھاتے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر اسکے آنسو صاف کر کے تسلی دیتا خضر کی طرف گھوما اور بغور اسکا جائزہ لیتے لمبے لمبے ڈگ بھرتے اسکے سامنے آبیٹھا "فرمایئے"

"جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں" خضر گہری سانس لیتے سیدھا ہو کر بیٹھتے اسکی آنکھوں میں دیکھتے بے خوفی سے گویا ہوا "آپکی بیٹی حنام نے میرے آفس سے میرے ڈیزائن چرا کر اپنی ماں یعنی مریم برفات کو دیے" خضر نے نگاہ پھیر کر مریم کو دیکھا "چوری کا ثبوت اسی یو۔ایس۔بی میں اور چوری کا ڈیزائن اس وقت آپکی بیوی کی کلیکشن میں سب سے آگے لگا ہوا ہے" خضر نے بائیں ہاتھ کا اشارہ کرتے کہا عالمگیر نے آنکھیں سیکڑے اس آرٹیکل کو دیکھا اور یو۔ایس۔بی اٹھا کر کوٹ کی اندرونی جیب میں موبائل فون نکال کر اس میں اٹیچ کرتے مختلف آپشنز پر کلک کر کے ویڈیو پلے کی وہ حنام ہی تھی اور وہ ویڈیو بالکل بھی AI سے بنی ہوئی نہیں تھی، عالمگیر نے لب بھینچ کر غصیلی نظروں سے بیوی کو دیکھا جو مجرموں کی طرح سر جھکا گئی

"کیا چاہیے تمہیں" اس سیل فون ٹیبل پر پھینکنے والے انداز میں رکھتے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں لبوں پر رکھتے غصے پر قابو پانے کی کوشش کی

"یہ ڈیزائن میرا ہے اور میں ہی اسے سیل کروں گا بیوی سے کہیں فوراً اسے اپنی ویبسائٹ سے خارج کریں" خضر نے آرام سے کہا

"قیمت بتاؤ میں یہ ڈیزائن خریدوں گا" عالمگیر نے ایک لمحہ سوچا اور پھر ریلیکس ہو کر بیٹھتے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی

"نہیں مجھے یہ ڈیزائن سیل نہیں کرنا کسی بھی قیمت پر" خضر نے اسکی بات کی بلاتامل نفی کی

"ایک کروڑ کافی ہیں؟" عالمگیر نے اسے آفر دی

"مجھے نہیں بیچنا" خضر نے نفی کی

"دو کروڑ" اس نے قیمت بڑھائی

"نہیں" خضر لب بھینچے اپنا جواب دہرایا

"پانچ کروڑ" اس نے پھر سے قیمت بڑھائی

"عالمگیر صاحب مجھے ایک سیکینڈ نہیں لگے گا یہ ویڈیو اپلوڈ کرتے" خضر نے بے خوفی سے کہا

"ٹھیک ہے" عالمگیر نے ہار مانتے نگاہ مریم کی طرف پھیر لی جو سر جھکائے کپکپاتے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی "آرٹیکل ریمو ہو جائے گا"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"عالم میرا لاکھوں کا نقصان ہو جائے گا" مریم نے اسکے فیصلے کے خلاف آواز اٹھائی مگر اسکی آنکھوں میں جلتے غصے کے انگاروں نے اسے چپ کروا دیا

"بے فکر ہو کے جاؤ" عالمگیر نے نگاہ گھما کر خضر کو دیکھا "یہ آرٹیکل تمہیں ہماری ویبسائٹ پر نظر نہیں آئے گا"

خضر نے ایک نظر اسے اور دوسری کو دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا "ٹھیک ہے آپ پر بھروسہ کر رہا ہوں عالمگیر صاحب توڑیے گا مت"

عالمگیر نے جبراً مسکرا کر اسے دیکھا "بے فکر رہو، جانے سے پہلے ویڈیو کی باقی کا پیز بھی رکھ کر جاؤ" اسکے بات پر خضر کا چہرہ مسکراہٹ سے کھلکھلایا

"میں منافقت نہیں کرتا عالمگیر صاحب" ایک کڑی نظر مریم پر ڈالی "اسکی اور کوئی کاپی نہیں ہے، چلتا ہوں" اس دو انگلیاں ماتھے کے قریب لے جا کر ہوا میں معلق کرتے گڈ بائے کہا

"کبھی ہمیں بھی خدمت کا موقع دینا" عالمگیر اس کے برابر کھڑا ہوا

"ضرور" وہ مسکرا کر کہتا واپس پلٹ گیا عالمگیر کی مسکراہٹ سمٹی وہ طیش سے مریم کی طرف گھوما

"کتنا، مریم کتنا پیسہ ہے تمہارے پاس" اس نے آواز کو دھیمار کھنے کی کوشش کی" پھر بھی پھر بھی اس دو کوڑی کے آدمی کا ڈیزائن چرایا تم نے، شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے میرے لیے جو تم دونوں نے کیا ہے" اس نے غصے سے میز پر ہاتھ مارا آواز اتنی زیادہ تھی مانو اس کے ٹکڑے کر دیے ہوں وہ بال نوچتے کمرے میں چکرانے لگا

"جو تم بے کیا اور جو اس دو کوڑی کے لڑکے نے میری بیٹی پر انگلی اٹھانے کی ہمت کی، تم دونوں کو حساب دینا ہو گا" غصے سے کہتا وہ لینڈ لائن کے پاس آیا اور ریسیور اٹھا کر 8 پریس کرتے سیکرٹری کو اندر آنے کو کہا

"یس سر" وہ جان ہتھیلی پر رکھتے اندر داخل ہوئی

"وائنداپ کرو یہ جتنا بھی اسٹاک پڑا ہے بانٹ دو سب میں" اس نے آواز ہموار رکھنے کی کوشش کی

"جی سر" سیکرٹری نے صدمے اور حیرت سے اپنی مالکن کو دیکھا

"سنائی نہیں دیا تمہیں" عالمگیر نے غصے سے کہا" جتنے بھی کپڑے ہیں سارے فلورز میں مفت بانٹ دو اور اناؤنسمنٹ کر دو آج سے مریم جیم وئیر بند"

"جی۔۔جی سر" وہ وحشت سے کانپتے سمجھتے اثبات میں سر ہلاتی جان بچا کر واپس بھاگی

"چلو یہاں سے بس ہوا تمہارا شوق و شغل" بائیں ہاتھ میں میز سے اسکا موبائل اور بیگ اٹھا کر دائیں ہاتھ سے آنسو پونچھتے اسکی نازک کلائی پکڑے زبردستی اٹھاتے باہر کی طرف بڑھا

"نگاہیں نیچے" دروازے کھولتے اس نے حکم دیا جس پر فوراً عمل درآمد کرتے انھیں گزرنے کا راستہ دیا گیا" سیکرٹری کے ساتھ مل کر یہ سب وائنڈ اپ کرواؤ مجھے اس جگہ کا نام و نشان نہیں دکھنا چاہیے۔۔ برباد کر دو اسے "طیب کے پاس رک کر ہدایت دی اور اسے لیے باہر چلا آیا، ڈرائیور نے بڑھ کر جلدی سے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر دیا،

مگر عالمگیر نے فرنٹ ڈور کھول کر مریم کو بٹھایا اور سامان ڈرائیور کو دے دیا "گاڑی میں خود چلاؤں گا" اس نے گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی ڈرائیور نے جلدی سے سامان رکھ کر دروازہ بند کیا اتنے میں سیکیورٹی گارڈز نے آکر آگے پیچھے گاڑیوں پر اپنی نشستیں سنبھالی اور اس نے گاڑی ڈائمنڈ پیلس کی طرف گھمالی

****

خضر مطمئن تھا کہ اس کا ڈیزائن کوئی چوری نہیں کرے گا احنف نے اسے مسلسل مسکراتے دیکھا تو شکی نظروں سے گھورتے اسکے سامنے آ ٹھہرا "خیریت تو ہے خضر صاحب" ابرو اچکا کر پوچھا

"ہاں بھائی بالکل" اس نے ڈیسک کے ساتھ کھڑے ہو کر آرڈر پیک کرتے بمشکل مسکراہٹ دباتے معصوم بنتے کہا

"بنے نہیں چلیں جلدی سے بتائیں کون ہے وہ؟" خضر نے پارسل اس کے ہاتھوں سے لیتے اس ذو معنی نظریں مرکوز کی

"استغفر اللہ بھائی" خضر نے منہ بسورا

"نہیں ہے؟" احنف پورے اعتماد سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا دھیرے سے اسکا ڈیسک پر پڑا موبائل فون اپنی طرف سرکایا

"ہا۔۔ہاں بالکل" وہ ہلکا سا ہکلایا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جہاں تک ہمیں یاد ہے ابھی پرسوں ہی آپ نے موبائل کا پاسورڈ بتایا تھا" احنف نے موبائل ہوا میں ہلا کر دکھاتے کہا تو مانو خضر کی روح اسکے ہاتھ میں آگئی ہو "بھائی" وہ بے اختیار چیخا تو احنف کھلکھلاتے دو قدم پیچھے ہٹا۔

"ابھی تو کوئی نہیں تھا ناں؟"

"بھائی مذاق کر رہا تھا یار" وہ موبائل واپس پانے کی کوشش کرتا بولا

"تو مطلب کوئی ہے؟" وہ قدرے حیران ہوا اس نے تو بس تکا لگایا تھا۔

"جی ہے لیکن میں ابھی اس کی وجہ سے خوش نہیں ہوں" وہ ہاتھ جوڑتے بول رہا تھا احنف کے ساتھ ہاتھا پائی وہ کرنے سے رہا تھا۔ "واللہ بھائی سچ کہہ رہا ہوں" وہ روہانسا ہوا

"تو پھر؟" احنف نے ترس کھاتے موبائل واپس کیا تو اسکی جان میں جان آئی اس نے سینے سے لگائے شکر کا کلمہ پڑھا، "یوں سمجھیے میں نے کسی کو اسی کے آفس میں اس کی جگہ دکھائی آج" اس نے بولتے فرضی کالر جھاڑے احنف کے چہرے پر داد دینے والا تاثر ابھرا۔

"اور وہ کون بدبخت شخص ہے؟" احنف سچ سنے بنا وہاں سے ٹلنے کا نہیں تھا

خضر نے ٹالنے کیلئے جھوٹ بولنے کیلئے منہ کھولا اسے ایک سچ چھپانے کیلئے سو جھوٹ بولنے پڑ رہے تھے تو اس نے سچ بولنے کا فیصلہ کیا "مریم برفات نے میرا ڈیزائن چوری کرنے کی کوشش کی تھی"

"برفات" احنف نے مستعجب طور ابرو جوڑے "حنام کے مما؟" احنف نے الجھتے پوچھا تو خضر نے سر ہلایا پھر جیسے بات کو سمجھتے احنف کی آنکھیں حیرت سے پھٹیں" کہیں حنام نے ---"اس بات دانستہ طور ادھوری چھوڑی

"جی" خضر نے مایوسی سے سر جھکایا اور واپس اپنا کام کرنے لگا "اسی لیے میں نے آپ سے اور زین سے ڈسکس نہیں کیا"۔

"خضر آپ پاگل ہیں کیا؟" احنف کو اس پر غصہ آیا "آپ کو کیا لگا ہم آپ ہر یقین نہیں کریں گے ؟" وہ مایوس ہوا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے بھائی" خضر نے دھیرے سے کہتے اسکی طرف دیکھا "بس میں آپکو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا"۔

"اور خود کو جو خطرے میں ڈالا اگر وہاں کچھ ہو جاتا وہ لوگ کچھ کر دیتے آپ کے ساتھ تو پھر کون ذمہ دار تھا" احنف نے اسے بڑی طرح ڈانٹا تو وہ مسکرانے لگا "کیا ہوا بتیسی کیوں نکل رہی ہے آپکی" اس نے ڈپٹا۔

"آج جا کے پانچ سال پہلے والا احنف مرزاد کھا آپ میں" خضر نے سبھی پارسل کو نیم لیبل لگا کر ایک کارٹن میں ٹرانسفر کیا

"شٹ اپ" وہ بڑا منہ بناتے کرسی پر بیٹھا "آپ نے ہمارا غصہ نا کرنے کا خود سے کیا وعدہ تڑوایا ہے" وہ ناراضگی سے بولا "کیا کہا انھوں نے کوئی پیپر ورک کروایا" پھر یاد آنے پر ناراضگی ایک طرف رکھتے فکر مندی سے پوچھا

"نہیں ایسا تو کچھ نہیں ہوا" خضر نے آرام سے کندھے اچکائے "عالمگیر برفات بھی وہاں آگیا تھا اس نے زبان دی ہے وہ لوگ سیل نہیں کرینگے"۔

"تو مطلب انھوں نے اسٹاک بنوا بھی لیے تھے؟" احنف مزید حیرت زدہ ہوا۔

"بالکل اقر شاید bulk quantity میں، مریم صاحبہ کہہ رہی تھیں لاکھوں کا نقصان ہو گا انھیں" خضر کی بتیسی پھر سے ابھری۔

"اچھی بات، ہر گناہ کی سزا ملتی ہے کسی کی دنیا میں کسی کی آخرت میں، کس نے کہا تھا اتنی ہٹ دھرمی سے کسی دوسرے کا ڈیزائن چوری کریں"

"فیصلہ لینے کے معاملے میں خضر کبھی غلط نہیں ہوتا" احنف بھی خضر کے حق میں بولا تو خضر مزید چوڑا ہو گیا تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہنس دیا

****

رش ڈرائیو کرتے وہ راستہ کس طرح عالمگیر نے طے کیا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا یا اسکا خدا، پیلس پہنچ کر مریم کو لیے وہ غصے سے اندر داخل ہوا،

"حنام۔۔ حنام" اور غضب بھری آواز میں حنام کو پکارنے لگا، کمرے بیٹھی لیپ ٹاپ پر کام کرتی امراء کیلئے یہ لہجہ بالکل نیا تھا وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بال سمیٹ کر کلچر میں قید کرتے ننگے پاؤں باہر بھاگی، حنام خوفزدہ سی سیڑھیوں سے اتر رہی تھی،

امراء جلدی سے سامنے آتے اوٹ بنی۔

"کیا ہوا امیر؟"

لیکن وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا، وہ عقب میں چھپتے اس شرمندہ چہرے کو غیض وغصب کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا، "کس چیز کی حنام کس چیز کی کمی رہ گئی تھی آخر میری تربیت میں یا میری دولت میں" وہ مشتعل سا اس کی طرف بڑھنا چاہ رہا تھا مگر امراء بار بار راستہ روک رہی تھی،

"ہوا کیا ہے؟" وہ ناسمجھی سے سر جھکائے روتی ہوئی مریم کو دیکھتے بولی حنام خوفزدہ سی اسے کندھوں سے تھامے ہوئے تھی، "میر کچھ بتاؤ گے" وہ مسلسل اسے باز رکھتے پوچھ رہی تھی،

"ان دونوں سے پوچھو۔۔" وہ بے اختیار بھڑکا، "دوسروں کے ڈیزائن چوری کر کر کے بزنس بنائیں گی" عالمگیر نے تنفر اور ملامت سے مریم کو دیکھا جو لاجواب سی بس روئے جا رہی تھی، امراء کی نگاہوں سے چند دن پہلے کا وہ منظر لہرا گیا جب وہ گھر میں داخل ہوتے ان دونوں کو لاؤنج میں دیکھ کر سلام کرنے کی غرض سے آئی تھی جب اس نے حنام کو کہتے سنا تھا یہ اس کی دوست کا ہے،

امراء نے بے اختیار گردن گھما کر شکوہ کناں نگاہوں سے حنام کو دیکھا جو ڈر کر چھپی ہوئی تھی

۔

"ایم سوری ڈیڈ" حنام کی نحیف سے کپکپاتی آواز ابھری۔

"کوئی مس انڈر سٹینڈ نگ ہو گئی ہو گی "امراء نے جواز پیش کیا،

"وہ آدمی اس کے چوری کے ثبوت لے کر بیٹھا تھا "عالمگیر نے ملامت سے حنام کی طرف اشارہ کیا "میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے استہزائیہ انداز میں مجھے میری بیٹی کے کارنامے بتارہا تھا "اس لہجے میں کیا کچھ ناتھا، شکوہ۔۔ ملامت۔۔ غصہ۔۔ پچھتاوا۔۔

امراء لب کاٹتے اسے دیکھ کر رہ گئی اس کے پاس ناتو کوئی جواب تھا نا تسلی۔۔

"مجھے سمجھ نہیں آتی میں اس گھر کی عورتوں کو سہولیات دینے میں کہاں کمی کر دیتا ہوں جو مجھے ایسے دن دکھاتی ہیں "اس حوصلہ ٹوٹا امراء نے کچھ کہنا چاہا مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا "میرے سامنے مت آنا تم دونوں "وارننگ کے انداز سے کہتے دونوں کو اشارہ کیا اور لفٹ کی طرف بڑھ گیا، اور امراء کو پتہ تھا لائبریری میں جا کر وہ لفٹ جیم کرنے والا تھا تا کہ کوئی وہاں جانا سکے۔

اس کے جاتے امراء نے پلٹ کر حنام کو دیکھا جو اس کے گلے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی، وہ مجرم تھی اس کے پاس اپنے دفاع میں کہنے کو کچھ ناتھا،

"حنام بچی ہے تم تو تھوڑا عقل سے کام لے لیا کرو" اس نے مریم سے گلہ کیا جوان سنا کرتے ٹوٹی بکھری حالت میں اپنے پورشن کی سیڑھیاں چڑھ گئی،

امراء نے گہری سانس لیتے ماریہ کو آواز دی، مریم کا پرس اور سینڈل فرش پر پڑے تحاشا نے انھیں اٹھا کر فرش صاف کرنے کو کہا اور حنام کو لیے اپنے کمرے میں چلی آئی،

وہ پٹھانوں کا گھر تھا گرم خون والوں کا جہاں بات پہ بات کوئی بھی بھڑک جاتا تھا اسی لیے عالمگیر نے گھر میں زیادہ اسٹاف نہیں رکھا تھا، بس ماریہ اور صوفیہ تھی جو گھر کو سپر وائز کرتی تھیں گھر صاف کرنے اور کپڑے دھونے کیلئے روز صبح کمپنی کی طرف سے ایک ٹیم آتی اور چلی جاتی، ابراہیم صبح سے شام کچن میں رہ کر کھانا بنا کر واپس چلا جاتا۔ باقی گھر کے معامولیات وہ دونوں سنبھالتی پھر چاہے وہ کسی کا بنا وقت کا کھانا ہو یا بے وجہ کی صفائی،

حنام نیند کی دوائی دیتے اپنے بیڈ پر لیٹا کر وہ عالمگیر کے پورشن میں چلی آئی، اس کے کمرے کے باہر رک کر ایک لمحہ سوچا اور پھر دروازہ ناک کرتے اندر داخل ہوئی، مریم ڈریسنگ ٹیبل پر سر گرائے خاموشی سے بیٹھی تھی آہٹ پر ایک لمحے کیلئے سر اٹھایا اور پھر اسے دیکھ کر واپس سے گرا لیا،

وہ لب کاٹتے واش روم کی طرف بڑھی اندر جا کر پوشیدہ کمرے کا دروازہ کھولا، اوف اندر داخل ہوئی وہ ایک چھوٹا سا نیم اندھیرے میں گھرا کمرہ تھا جہاں ایک طرف سنگل بیڈ اور دوسری طرف ایک کنسول ٹیبل رکھا تھا ساتھ ہی بل کھا کر لائبریری تک جاتی سیڑھی کا پوشیدہ راستہ تھا، وہ دھیرے دھیرے سنبھل کر زینے چلتے دھڑکتے دل کے ساتھ لائبریری میں داخل ہوئی، اس کا راستہ لائبریری کے فرش پر کھلتا تھا جس کے اوپر نفیس سا ایرانی قالین بچھا تھا، وہ سہارا لے کر بیٹھی اور بنا نیچے دیکھے دروازے کو واپس پلٹا کر قالین درست کیا، عالمگیر خاموشی اور ناراضگی بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، وہ دھول جھاڑتے اٹھی اور مسکراتے اسکی طرف بڑھی،

"کافی خوفناک راستہ ہے یہ" امراء پلٹ کر بند دوار کو دیکھا اور قالین ٹھیک کرتے آگے بڑھی اور کرسی کھینچ کر عالمگیر کے سامنے بیٹھ گئی۔ جبکہ عالمگیر نے خفگی سے چہرہ کرسی کی پشت پر گرا لیا تھا۔

"خود تو کہتے ہو وہ بچی ہے" امراء نے بات کا آغاز کیا۔ عالمگیر نے فوراً سے بات اچکی۔

"بچی ہے پر مجھے یوں دو ٹکے کے لوگوں کے سامنے رسوا نہیں کر سکتی جبکہ اسکی کئی گنا زیادہ قیمت وہ ادا کر سکتی ہے وہ" امراء کے پاس کوئی جواب نا تھا وہ خاموشی سے لاجواب میز پر سر گرا گئی۔

"امو" کچھ دیر کی خاموشی کی بعد عالمگیر نے پکارا" آخر کہاں کمی رہ جاتی ہے میری دی ہوئی آسائشوں میں جو تم سب مجھے ایسی آزمائشوں سے دوچار کرتے ہو" اسکی بات پر امراء دھیرے سے پھیکی ہنسی ہنستے سیدھی ہوئی۔

"انسان ہیں ناں ہم عالمگیر برفات صاحب کیا کریں" اس نے شوخی سے کہتے عالمگیر کو پورے نام سے بلایا" نارمل زندگی جیتے اکتا جاتے ہیں، کچھ ایڈونچر کرنا کا دل کرتا ہے تو بس شیطان کے پیچھے پیچھے چل پڑتے ہیں" عالمگیر نے سیدھے ہو کر اداسی اور خفگی سے گھورا" تمہارا دل نہیں کرتا کچھ ایڈونچر کرنے کو مطلب بندشوں سے نکل کر آزاد جینے کو"

"نہیں" اس نے فوراً نفی کی" میں انسان نہیں ہوں ناں کیا کروں" قدرے جل کر کہا۔

امراء نے برا منہ بنا کر اسے دیکھا "اف میرا دل کرتا ہے اس محل سے کہیں دور بھاگ جاؤں۔۔آزاد فضاؤں میں۔۔بنا کسی فکر کے "امراء نے بانہیں پھیلا کر کہا "مجھے جس دن موقع ملا ناں میں تو ننگے پاؤں بھاگ جاؤں گی"

"سوچ ہے تمہاری ایسا کبھی ہو گا" عالمگیر نے سنجیدگی سے کہا مانو دھمکی دی ہو۔امراء نے ٹھنڈی آہ بھرتے سر جھٹکا۔اسکی قید سے وہ بھاگ کر جا بھی کہاں سکتی تھی بھلا۔پھر اٹھی میز کے بائیں طرف گھوم کر عالمگیر کی طرف مڑی دائیں طرف کی اوپری درازوں میں سے ایک سے سگار کا باکس نکال کر میز پر رکھا۔ساتھ قطار میں پڑے مختلف اقسام کے لائٹرز پر انگلی پھیر کر سیاہ رنگ کا ایک لائٹر نکال کر سگار باکس کے ساتھ رکھا۔عالمگیر بغور اسکی حرکات دیکھ رہا تھا۔پھر سیدھی ہوئی اور اسکی طرف متوجہ ہوئی۔

"سینے کی جلن دھوئیں میں اڑاؤ اور باہر آجاؤ گیم کھیلتے کافی دنوں سے نہیں کھیلے" کہتے پول ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔عالمگیر نے نفی میں سر ہلاتے سگار باکس واپس دراز میں رکھا۔

"میں سگار نہیں سگریٹ پیتا ہوں اور صرف مریم کے سامنے پیتا ہوں۔۔۔سگار بابا پیتے تھے میں ان کی چیزوں کو ہاتھ نہیں لگاتا" اس نے بتاتے لائٹر بھی واپس اسکی جگہ پر رکھا۔"اور کوئی گیم نہیں کھیل رہے کوئی اچھی سی کتاب اٹھاؤ اور پڑھنے بیٹھو"

"ارے "امراء حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ لیکن اسکی بات ابھی جاری تھی۔

"اور موبائل بھی رکھو یہاں ٹیبل پر "امراء کی شرٹ کی سائیڈ پاکٹ سے جھانکتے موبائل کی طرف اشارہ کیا وہ ابھی پوچھنے والی تھی کس لیے۔۔؟"آج سنڈے ہے "عالمگیر نے یاد کرواتے باور کروایا علاء الدین برفات اکثر ویک اینڈز پر اسکا موبائل چیک کرتے۔امراء دلکشی سے مسکرا دی۔اس پر غصہ کرنے کی بجائے ایک عجیب خوشی کی لہر اسکے وجود میں دوڑ گئی۔اس نے فوراً سے موبائل نکال کر میز کے بیچ و بیچ عالمگیر کے سامنے دھرا اور پلٹ کر بک شیلف سے اپنے لیے کوئی اچھی سی کتاب ڈھونڈنے لگی۔پرانے دن سہانے تھے وہ لمحے جو ہمیں عذاب لگتے ہیں کبھی کبھار یادگار بن کر چہرے کی مسکراہٹ بن جاتے ہیں۔انسان پلٹ کر اس لمحوں کو جینا چاہتا ہے وہ اس شخص کہنا چاہتا ہے یہ بہت قیمتی لمحے ہیں انھیں جی بھر کر جیئیے مگر ہمارے پاس 'اے کاش' کے علاوہ کچھ نہیں بچتا۔

ہر گزرتے لمحہ اک یاد ہے۔ ہر گزرتا دن اک فسانہ۔

تو جی بھر کر جیو اس آج کو کہ یہ کل ہو کر 'اے کاش' نا بن جائے۔ بلکہ اک خوبصورت یادگار بنیں کہ ہاں ہم نے جیا تھا وہ ہر لمحہ جو خوشیوں سے بھرپور تھا۔

****

کچھ دن بعد

"ہاں یہ بھی پیک کر دیں" امراء بوتیک پر کھڑی اسٹاف کو سمجھا رہی تھی جب طیب کی کال آئی

"ہیلو۔۔ہاں طیب بولیے" کان پر فون لگاتے ہاتھ کے اشارے سے انھیں سامان سمیٹنے کا بولنے لگی

"عالمگیر سر کو گولی لگی ہے" وہ پریشانی سے دوڑتے ہوئے بتا رہا تھا

"کیا؟" اس پر سکتہ طاری ہوا اسے لگا سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"سر کو ہاسپیٹل لے آیا ہوں۔۔۔ سینے کے پاس گولی لگی ہے انھیں دائیں طرف"

"تم کہاں تھے اس وقت" وہ غصے سے بپھری مڑ کر اپنا سامان سمیٹا اور اسٹاف کو بوتیک بند کرنے کا اشارہ کرتی باہر کو دوڑی

"کونسے ہاسپیٹل میں ہو اس وقت" وہ دوڑتے چیخ رہی تھی، ڈرائیور کو جلدی سے بتاتے وہ بے چینی سے لب کاٹنے لگی ہاسپیٹل زیادہ دور نہیں تھا غصے اور پریشانی سے اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔۔ گلہ درد سے رندھنے لگا تھا مگر اسے رونا نہیں تھا امراء رو نہیں سکتی تھی

وہ بھاگتے ہوئے ہاسپیٹل کے اندر داخل ہوئی لفٹ کا بٹن تیزی سے دباتے لفٹ روکی اور جلدی سے سوار ہو کر مطلوبہ منزل پر پہنچی

طیب ستون کے ساتھ کھڑا تھا اسکی سفید شرٹ خون سے بھری ہوئی تھی، خوف کی ایک سرد لہر امراء کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا گئی وہ غصے سے طیب کی طرف بڑھی "تمہیں کس لیے رکھا ہوا ہے" کانپتے ہاتھوں سے اسکا گریبان پکڑے وہ غصے سے چیخی

"سر نے کہا وہ اکیلے جانا چاہتے ہیں مال کے اندر تو۔۔۔" وہ مجرموں کی طرح سر گرائے پشیماں تھا

"میرا دل کر رہا ہے تمہیں زمین میں زندہ گاڑ دوں۔۔۔دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے" گریبان ایک جھٹکے سے چھوڑا وہ ستون میں جا لگا

"اس شخص کا پتہ نکلواو ابھی کے ابھی۔۔۔"

"امراء"کانوں میں مریم کی کانپتی ہوئی آواز گونجی اس نے پلٹ کر دیکھا وہ پیچھے کھڑی رو رہی تھی امراء نے کھا جانے والی نظروں سے طیب کو دیکھا، کس کس کو کال کر دی تھی اس نے ۔۔۔

"کچھ نہیں ہوا ہے میما"امراء نے اسے گلے لگائے تسلی "میر کا کچھ نہیں ہو گا" جانے خود کو تسلی دے رہی تھی یا اسے

خود سے دور کرتے اسکے چہرے پر آئے بال سمیٹ کر اسکے آنسو پونچھے "چپ اور نہیں رونا کچھ نہیں ہوا ہے اسے او کے "اس نے چہرہ جھکائے ہاں میں سر ہلایا" میں ڈاکٹرز سے بات کر کے آتی ہوں "اس ایک صوفے پر بٹھا کر پانی پکڑاتے تسلی دی اور اسکی طرف واپس گھومی ۔

"مزید سیکورٹی فورسز کو بلاؤ یہاں۔۔۔جلدی نکلواؤ اس کا پتہ ابھی جہاں بھی ہے وہ" وہ سر خم کرتا تیزی سے باہر کو بھاگا۔

وہ مسلسل کوریڈور میں دائیں بائیں گھوم رہی تھی۔

تین گھنٹے ہو گئے تھے اسکا آپریشن ابھی چل رہا تھا، دن سیاہی کا لبادہ اوڑھ کر سو چکا تھا، بلآخر ڈاکٹرز آپریشن تھیٹر سے باہر نکلے اور اسکی زندگی کی نوید سنائی "پریشانی کی بات نہیں ہے، گولی کندھے کو چھو کر گزری ہے، خون کافی بہہ گیا تھا اسی لیے آپریشن میں مشکلات پیش آئیں" ڈاکٹرز نے تفصیلات بتائیں تو ان کی جان میں جان آئی، وہ چند ایک مزید ہدایات دیتا وہاں سے چلا گیا تو امراء نے بڑھ کر روتی مریم کو گلے لگا لیا "میں نے کہا تھا نا اسے کچھ نہیں ہو گا" اس کے بال سہلاتے تسلی دی، آنکھوں میں بدلے کے انگارے جل رہے تھے،

آخر کون تھا وہ شخص۔۔۔کس کی ہمت ہوئی تھی عالمگیر برفات کو نقصان پہنچانے کی۔۔، سوچ سوچ کر اسکی دماغ کی نسیں تنی ہوئیں تھیں تبھی حنام روتے ہوئے ان کی طرف آتی دکھائی دی۔

"یا خدا" امراء نے سر پکڑتے پلٹ کر شکوہ کناں نگاہوں سے مریم کو دیکھا۔

"وہ بیٹی ہے اسکی اسے پتہ ہونا چاہیے" مریم نے دوبدو جواب دیا۔

"ٹھیک ہے سنبھالو پھر اپنی بیٹی کو" دانت کچکچا کر کہتے وہ وہاں سے کیش کاؤنٹر کے پاس چلی آئی اور پیپر ورک پورا کرنے لگی، لب کاٹتے کچھ سوچ کر اس نے سر اٹھایا اور کمانڈو کو ہاتھ کے اشارے سے پاس بلایا جو فوراً سے دوڑتے اس کے پاس آیا،

"یہ پورا پورشن خالی کرواؤ"

"میم آپ ایسا نہیں کر سکتی" وہ ابھی کمانڈو کو حکمیہ طور کہہ رہی تھی کہ ڈیسک پر کھڑے لڑکے نے جلدی سے اسکی بات کی نفی کی،

"آپ سے کسی نے بات کی" امراء نے تیکھی نظروں سے اسے گھوری دے کر پیپرز پھینکنے والے انداز میں اسکی طرف اچھالے اور مڑ کر آپریشن تھیٹر کی طرف چلنے لگی،

"پانچویں فلور پر جاؤ وہاں تمہیں ڈاکٹر طارق ملیں گے ان سے کہو میر کو وی۔آئی۔پی وارڈ میں شفٹ کروائیں اور پورا وارڈ خالی کروائیں" عقب میں چلتے کمانڈو کو ہدایت دے کر ہاتھ سے پلٹ جانے کا اشارہ کیا، کوریڈور میں پہنچی تو حنام ہنوز بلکتے ہوئے مریم کے ہاتھوں بے قابو ہو رہی تھی ساتھ دو نرسز اسے چپ کروانے کی منتیں کرتے بھی کھڑی تھیں۔

"جاؤ تم لوگ "امراء نے پرس سے ٹشو نکال کر پاس آتے نرسز سے کہا۔

"میم پلیز شور کم کروائیں۔پیشنٹ ڈسٹرب ہو رہے ہیں "ایک نرس نے جاتے جاتے دوبارہ سے دہرایا تو امراء سر سمجھنے کے انداز سے ہلاتے حنام کر قریب آئی "حنام "اور اسے ایک جھٹکے سے گھما کر اپنی طرف کیا وہ ایک پل کیلئے شاک سے خاموشی ہوئی دوسرے پل دوبارہ سے سسکیاں بھرنے لگی "ہانو میر بالکل ٹھیک ہے "اسکی آنکھوں میں دیکھتے وہ سمجھانے لگی "تم اسطرح رو نہیں سکتی اوکے "اسکے آنسو پونچھتے وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"پر بابا۔۔"حنام نے آپریشن تھیٹر کی طرف اشارہ کیا،امراء نے اسکا ہاتھ واپس کھینچا "میں کہہ رہی ہوں نا اتنا کافی نہیں ہے "اس کے شکوے پر حنام نے ہار مانتے سر اثبات میں ہلایا یعنی وہ اس پر بھروسہ کرتی ہے "ابھی کچھ دیر بعد میں لے چلوں گی اس کے پاس تمہیں "امراء نے اسے گلے لگاتے کہا اور سٹپٹائی مریم کو بس دیکھ کر رہ گئی،

کچھ دیر کے توقف کے بعد نرس نے میر کو آئی۔سی۔یو میں شفٹ کرنے پر مطلع کیا تو وہ تینوں تیزی سے اسی طرف بڑھے،اسکی ہدایت کے عین مطابق پورشن پوری طرح سے خالی

تھا،اے۔سی کی خنکی بھری خاموشی میں کمانڈوز کے تیزی سے دوڑتے جوتوں کی آواز نے شور برپا کیا اور پھر اپنی اپنی نشستیں سنبھالنے کے بعد خاموش ہو گئے،

"اندر جا کر رونا نہیں ہے" امراء نے آئی سی یو کے باہر ٹھہر کر دونوں ماں بیٹی کو دیکھتے ہدایت دی، پھر دھیرے سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئیں۔

میر کے بازو آئی۔وی اور خون کی نالیوں سے جکڑی ہوئی تھیں، چہرے پر آکسیجن ماسک لگا ہوا تھا، بائیاں کندھا پٹیوں میں لپٹا ہوا تھا پاس پڑی مشینوں کی دھیمی دھیمی آواز خاموشی میں سنسناہٹ دوڑا رہی تھی،

امراء نے لب بھینچے اسکی حالت کو دیکھا، مریم نے بے ساختہ لبوں پر ہاتھ رکھتے اپنی سسکی روکی، ایک وہی تو تھا جس کے سہارے یہ خاندان زندہ تھا، اسکی حفاظت میں ہی تو وہ سب سکون بھری سانس لے رہی تھیں اور اب۔۔۔وہ خود اس حالت میں تھا۔۔سوچتے ہوئے امراء کا سینہ جل رہا تھا۔

"ڈیڈ۔۔"حنا م امید کے عین مطابق میر کی طرف بڑھتے سسکنے لگی،

"ہانو نہیں" امراء نے جلدی سے اسے تھامتے روکا اور زبردستی اسے باہر لے آئی، وہ زور و شور سے رونے لگی تھی، امراء کیلئے اسے چپ کروانا مشکل ہو رہا تھا تبھی لفٹ کی مخصوص آواز کے ساتھ دروازے کھلے جہاں سے طیب اور زین باہر آتے دکھائی دیے، امراء نے شکر کا سانس لیا۔ طیب وہاں آیا اور کچھ دور رک کے کھڑا ہو گیا۔

"کیا ہوا انکل ٹھیک ہیں" پاس آتے حنام کو روتا دیکھ زین پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔

"وہ ٹھیک ہے" امراء نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا "اسے گھر لے جاؤ پلیز یہاں چپ نہیں ہو رہی۔۔" امراء نے حنام کو اسے تھماتے ملتجی لہجے میں کہا، زین نے جھانک کر آئی سی یو کے دروازے میں لگے شیشے کے پار ایک نظر بیڈ پر لیٹے عالمگیر کو دیکھا۔

"مجھے گھر نہیں جانا مجھے ڈیڈ کے پاس رہنا ہے" حنام نے ضدی لہجے میں کہتے زین سے ہاتھ چھڑوایا

اس نے بمشکل حنام کو تھاما "آپ فکر مت کریں میں حنام کا خیال رکھوں گا"

Clubb of Quality Content

"شکریہ بہت بہت "تشکر سے کہتے وہ انھیں لفٹ تخ چھوڑنے آئی "میں امی کو کال کر دوں گی وہ آگے سنبھال لیں گی اسے "زین سے کہتے حنام کو دیکھا "تب تک میں بھی آجاؤں گی اوکے "

"جی "زین نے مختصر کہا۔۔

"ڈیڈ کو بھی لے کر آنا ساتھ "ہاتھ کی پشت سے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے التجا کی اس وقت اسے وہ پانچ سال کی چھوٹی بچی معلوم ہوئی جسکا کھلونا کہیں گم ہو گیا تھا اور اسے ڈھونڈ کر لانا تھا

،

انھیں روانہ کر کے وہ بے صبری سے پلٹتے طیب کی طرف چلی آئی۔

"کون تھا وہ؟ "دبی آواز میں پوچھا

"ہارون قریشی "اس نے نگاہیں چراتے جو نام بتایا امراء کے لیے کسی گرم سیسے کی طرح تھا جو کھولتا ہوا اس پر ڈال دیا گیا تھا اس نے افسوس سے سر تھام لیا۔۔۔ "یا خدا "

کانوں میں عالمگیر کے الفاظ گونجے "سانپ کو کبھی بھی زندہ نہیں چھوڑنا نہیں چاہیے امو "عالمگیر نے سچ کہا تھا پر اس سے بھول ہو گئی

Clubb of Quality Content

"لوکیشن ٹریس کی؟" وہ چکراتے سر کو تھامتے بولی، یہ وقت بکھرنے کا نہیں تھا، اس کے پاس بہت سی ذمہ داریاں تھیں جو اسے پورا کرنی تھیں

"جی کراچی چھوڑ رہا ہے ہائی وے کی طرف بڑھ رہا ہے"

"چلو فوراً" کہتے ساتھ بنا کچھ سوچے وہ تیزی سے باہر کو بڑھی طیب نے ائیر پیس پر ڈرائیور کو آنے اور گارڈز کو الرٹ ہونے کا پیغام دیا، ہاسپٹل کی بلڈنگ سے باہر نکلتے اس نے ایک نظر اپنی گاڑی کو دیکھا اور پھر دروازہ پکڑے کھڑے طیب کو دیکھا

"میری گاڑی کہاں ہے؟"

"جی؟" اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا

"میری گاڑی لے کر آؤ" وہ غصے سے غرائی

تھوڑی دیر بعد تین گاڑیاں ایک سو بیس سے زائد کی اسپیڈ سے ہائی وے کی طرف دوڑ رہی تھیں امراء کانپتے ہاتھوں سے بے چینی سے سیٹ کھرنچ رہی تھی۔

ہر گزرتا لمحہ اسکی جان پر بھاری پڑ رہا تھا، ذہن میں بار بار اس رات کا منظر گزر رہا تھا، پچھتاوا۔۔۔ غصہ۔۔ سر درد۔۔ ملال کیا کچھ نا تھا جو اس پر حاوی ہو رہا تھا "ایم سوری بابا۔۔ایم

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رئیلی سوری میری وجہ سے میر ایسی حالت میں پہنچا" وہ دل میں سوچتے ملامت سے شرمندہ ہوئے جارہی تھی

"مجھے رہ رہ کر تم پر غصہ آرہا ہے، تم نے اسے اکیلا چھوڑا ہی کیوں "ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے طیب کو دیکھتے اس کا بار بار خون کھول رہا تھا۔

"ایم سوری میم۔۔ لیکن انھوں نے خود مجھے دور رہنے کو کہا"

"کیوں "وہ غصے سے بھڑکی۔

"کیونکہ۔۔۔۔"وہ کچھ کہتے کہتے رکا۔

"کیا کچھ اور ہے جو تم مجھے نہیں بتارہے "امراء مشکوک انداز میں کہتے قدرے آگے ہو کر بیٹھی، طیب نے تھوک نگلتے چند لمحے سوچا اور شرمندہ نظروں سے اسے دیکھتے ہاں میں سر ہلایا

۔۔

"سر مال نہیں جارہے تھے وہ گھر آرہے تھے۔۔ مجھ سے غصہ تھے انھوں نے کہا مجھے اپنا سر قلم نہیں کروانا ہے تو ان کے پیچھے نا آؤں، حبیب (ڈرائیور) نے مجھے کال کر کے حملے کے بارے میں مطلع کیا"

"یا خدا" اسکی تفصیل پر امراء نے افسوس سے سر پکڑ لیا۔۔ "آخر ایسا کیا ہو گیا تھا"

وہ غصے سے پوچھ رہی تھی مگر وہ لاجواب سا سر خم کر گیا یعنی اسے اجازت نہیں تھی بتانے کی "تمہیں تو میں بعد میں پوچھتی ہوں" امراء نے دانت پیستے کہا گاڑیاں بھرپور رفتار سے اندھیرے کو چیرتی آگے بڑھ رہی تھیں

"کہاں ہے وہ ٹریس کرواسے" بے چینی سے پہلو بدلتے کہا۔

"سامنے والی وائٹ ہانڈا ہے" اسے بتاتے ائیر پیس پر پیغام دیا "سامنے والی کار کو گھیرے میں لے لو" پیچھے موجود گاڑیوں نے اسے گھیرتے روکا ہائی سو گز کی دوری پر تھا اور اس سڑک پر ٹریفک نا ہونے کے برابر تھا یعنی وہ چھپ کر نکل رہا تھا۔

کمانڈو اسے بندوقوں کی بیک سے مارتے ہوئے گاڑی سے باہر نکال رہے تھے وہ زخمی حالت میں گھٹنوں پر جھکا بیٹھا تھا۔

امراء نے گاڑی سے اترتے ایک نفرت بھری نظر اسے دیکھا اور پھر دروازے کی سائیڈ سے بٹن پریس کر کے تلوار نکالتے اسکی طرف بڑھی۔ اسکا عبایہ بے لگام سا ہوا کے دوش پر اڑ رہا

تھا، آس پاس گھپ اندھیرا تھا، کیڑے مکوڑوں کی سنسناہٹ بھری آوازیں فضا میں وحشت پیدا کر رہی تھیں گاڑیوں کی لائٹس ہی منظر روشن کیے ہوئے تھیں

ہر طرف اندھیرا تھا وہ رولز رائس اور ہانڈا کے دس فٹ کے فاصلے کے بیچ و بیچ سر جھکائے بیٹھا تھا امراء نے پانچ فٹ کا فاصلہ طے کیا ہی تھا کہ جانے کہاں سے اچانک ایک تیز کالی جیپ اسکے پاس سے تیزی سے گزری، امراء اپنی جگہ ٹھہر گئی، طیب اسکی حفاظت میں اسکے قدرے قریب ہوا، سیکیورٹی عملے نے اپنی بندوقیں سنبھالیں، جیپ کی ڈرائیور سائیڈ والی ونڈو سے ایک سیاہ دستانے والا ہاتھ نکلا جس میں تمتماتی تیز دھار تلوار تھی اگلے ہی لمحے وہ ہارون قریشی کی گردن تن سے جدا کر گئی۔ اس کا سر دو فٹ دور جا گرا اور کٹی گردن سے خون پھوارے کی طرح نکلنے لگا جسم بے جان ہو کر زمین بوس ہوا، خون آس پاس پھیلتے کچی زمین میں جذب ہونے لگا۔

طیب فوراً امراء کے سامنے آتے اسے اس خوفناک منظر کو دیکھنے سے روکتے آڑ بنا،

SSS "-888"امراء نے اس کے کندھے کی اوٹ سے گاڑی کی نمبر پلیٹ کو غور سے دیکھا، جس کے اوپر جلتی سرخ بتی اسکے ہندسے نمایاں کر رہی تھی اس نے زیر لب دہرایا اور دہراتی چلی گئی مانو یاد کر رہی ہو، طیب نے حیرت سے پلٹ کر امراء کو دیکھا۔

"تھرپل ایس تھرپل ایٹ پتا کرواؤ کس کی گاڑی ہے" اس نے ایک اور حکم صادر کیا اور تلوار طیب کی طرف اچھالتے بنا ہارون قریشی کو دیکھے واپس پلٹ گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

باقی جلد انشاءاللہ

****

Next Episode Glimpse

اس نے فرنٹ ڈور کھولا امراء کی روح ایک بار پھر جسم میں سمٹی، بیک ٹرنک اوپن کرنے کا بٹن دبایا دروازہ بند کرتے گھوم کر پیچھے گیا، امراء سانس روکے گردن گھما کر اسکی حرکات دیکھ رہی تھی، اس نے کچھ اٹھایا اور ٹرنک بند کرتے اس کے پاس آیا امراء حیرت و وحشت کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی، اس کے ہاتھوں میں کچھ مگر وہ اندھیرے کے باعث کچھ دیکھ نہیں پا رہی تھی، وہ آگے بڑھا اور قدرے جھکتے امراء کے پاؤں میں سفید چپل پہنانے لگا" مردانہ چپل ہے سائز تھوڑا بڑا ہو گا آپ کو،" وہ مصروف سے انداز میں کہہ رہا تھا" لیکن کچھ ٹائم کیلئے گزارا ہو سکتا ہے اس سے" کہہ کر وہ سیدھا ہوا اس سے پہلے امراء کوئی جواب دیتی، برق رفتاری سے آتے ویگو ڈالوں کی تیز روشنی نے اسے آنکھوں پر بازو کی اوٹ بنانے پر مجبور کر دیا، طیب باہر نکل کر تیزی سے اسکی طرف بڑھا تو امراء کی جان میں جان آئی،

"آپ کا بہت بہت شکریہ، میں آپکا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی" وہ جلدی سے نیچے اترتے بولی طیب اسکے پاس آگیا تھا وہ اس کے ساتھ واپس پلٹ رہی تھی جانے کیلئے" زندگی رہی تو میں آپکا احسان ضرور چکاؤں گی" الجھی لٹیں اسکے چہرے پر بکھری ہوئیں تھیں وہ دور جاتے ہوئے پلٹ کر بول رہی تھی، وہ بازو نیچے کیے حیرانی سے اسے اور اسکے پیچھے موجود سیکیورٹی

عملے کو دیکھ رہا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک پل میں اسکی نظروں سے اوجھل ہو گئی یوں جیسے کوئی جادوگر کے اڑا لے جائے فضا میں بس دھواں تھا اور اسکے عطر کی سحر زدہ خوشبو۔۔۔۔۔،

جاری ہے۔۔۔!

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/ مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842